اندھیری شب ہے جدا اپنے قافلے سے تو
تیرے لئے ہے میری شعلہ نوا قندیل
(اقبالؒ)

جلد نمبر 8 | اپریل، مئی، جون 2014 | شمارہ 2

داڑھی کی شرعی حیثیت

مماتیوں کا تکفیری فتویٰ

غور طلب پہلو

دوام رفع یدین اور

جھوٹی روایت کا سہارا

سارا جہاں مہکائیے

عالمی اتحاد اہل السنت والجماعت

خوشخبری
فارغ التحصیل علماء، ائمہ مساجد خطباء اور طلباء کے لئے
چوتھا سالانہ دورہ تحقیق المسائل
زیر اہتمام مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا
بتاریخ
31 مئی 2014ء بروز ہفتہ، صبح 7:30 بجے تا
12 جون 2014ء بروز جمعرات، 11 بجے دن
ان شاء اللہ تعالیٰ
زیر سرپرستی
متکلم اسلام حضرت مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ
سرپرست مرکز اہل السنت والجماعت
بانی امیر عالمی اتحاد اہل السنت والجماعت
چیف ایگزیکٹو احناف میڈیا سروس
بشارت عظمیٰ
فارغ التحصیل علمائے کرام کے لیے 9 واں ایک سالہ
داخلہ 10 تا 15 شوال 1435
تخصص فی التحقیق والدعوۃ
Contact Us
03326311808
0483881487 , 03467357394
نوٹ: موسم کے مطابق بستر ہمراہ لانا ضروری ہے
Live at: ahnafmedia.com • Email:markazhanfi@gmail.com
منجانب: انتظامیہ مرکز اہل السنت والجماعت 87 جنوبی لاہور روڈ سرگودھا
مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا

مرکز اہل السنۃ والجماعۃ سرگودھا

کے زیر اہتمام

برائے خواتین

پہلا سالانہ اجتماع

20 اپریل 2014ء بروز اتوار

صبح 9:00 تا 12:00 دوپہر

www.ahnafmedia.com

مرکز اہل السنت والجماعت سرگودھا

048-3881487 - 0346-7357394

ترجمانِ نظریاتِ امین ملت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی

جلد نمبر 8 | اپریل، مئی، جون 2014ء | شمارہ 2

مدیر
مولانا محمد الیاس گھمن

معاون مدیر
مولانا محمد کلیم اللہ
نگران شعبہ رسائل و جرائد

ایجنسی ہولڈرز مہر لگائیں اور ہدیہ دینے والے اپنا نام لکھیں!

بیرون ممالک

امریکہ، اسٹریلیا، جنوبی افریقہ اور یورپی ممالک
35 ڈالر....... سالانہ

سعودیہ، انڈیا، متحدہ عرب امارات اور عرب ممالک
25 ڈالر....... سالانہ

ایران، بنگلہ دیش 20 ڈالر....... سالانہ

سرکولیشن منیجر
0332-6311808

● آپ یہ شمارہ آن لائن پڑھ اور ڈاؤن لوڈ بھی کر سکتے ہیں

www.ahnafmedia.com

Contact Us

www.ahnafmedia.com
mag@ahnafmedia.com

قیمت فی شمارہ 25 روپے علاوہ ڈاک خرچ

سالانہ زرتعاون 200 روپے

ناشر عالمی اتحاد اہل السنت والجماعت

فہرست

سارا جہاں مہکایئے

پروفیسر سردار فیاض الحسن

(جامعۃ القصیم سعودی عرب)

زندہ نبی ﷺ کی زندگی کو زندگی میں لایئے
حُبِ نبی ﷺ کو دل میں نظر میں سانسوں میں بسایئے
پیارے نبی ﷺ نے یہ فرمایا بَلغوا عَنی ولَو اَیہ
پیارے نبی ﷺ کی پیاری باتیں لوگوں کو بتلایئے
نبی ہیں قبروں میں زندہ اور نماز بھی پڑھتے ہیں
پیارے نبی ﷺ کی پیاری حدیث غافلوں کو سمجھایئے
سن کے سلام کا دیتے ہیں جواب وہؐ روضے کے اندر
سلامِ رسول اللہ کو سارے روضۂ پاک پہ جایئے
عقیدہ حیاتِ نبی ﷺ والا امت میں متواتر ہے
منکرینِ حیاتِ نبی ﷺ کو بات یہ بتائے
موت تو شامِ زندگی ہے اختتامِ حیات نہیں
صبح دوامِ حیات ہے موت مماتیوں سے منوایئے
حیاتِ نبی ﷺ کے عقیدے سے پھیلی ہے ہر سُو خوشبُو
حیاتِ نبی ﷺ کے عقیدے سے سارا جہاں مہکایئے
نظم فیاض کی دیتی ہے بے ادبوں کو شعورِ ادب
بے ادبی پر نادِم ہو کر توبہ کی جانب آیئے

معصوم شفقتیں

تبلیغی جماعت کے عالمی امیر مولانا زبیر الحسن رحمہ اللہ کی یاد میں

اداریہ

انڈیا کے شہر ”کاندھلہ“ کو بیسیوں اولیاء اللہ کے آبائی وطن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ 30 مارچ 1950ء کی بات ہے کہ اسی شہر میں خانوادہ قطب العالم میں مولانا انعام الحسن رحمہ اللہ کے گھرانے میں وہ بچہ پیدا ہوا جس نے ساری زندگی اسلام کی اشاعت میں کھپا دی یعنی مولانا زبیر الحسن کاندھلوی رحمہ اللہ۔

مولانا موصوف نے 1971ء میں جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور سے سند فراغت حاصل کی، جمعۃ المبارک مورخہ 10 فروری 1978ء کو حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ ۔۔ مؤلف فضائل اعمال سے اجازت بیعت و خلافت سے سرفراز ہوئے۔ حضرت رحمہ اللہ کی ساری زندگی مخلوق خدا کو خالق کے در پر لانے میں گزری، عالمگیر دینی و تبلیغی جماعت کی سربراہی و ذمہ داری نبھاتے ہوئے عالم اسلام کی رشد و ہدایت کے لیے ذریعہ بنے۔ کم گوئی آپ کا بنیادی وصف تھا، لیکن اکثر تبلیغی و دینی اجتماعات میں پرسوز دعائیں آپ ہی کرایا کرتے تھے۔

مجھے یاد ہے کہ دو سال قبل رائے ونڈ کے سالانہ تبلیغی اجتماع کے موقع پر جب میں حویلی میں بزرگوں کی زیارت کے لیے حاضر ہوا تو ایک عطر کی شیشی حضرت رحمہ اللہ کی خدمت میں ہدیۃً پیش کی، جسے آپ نے ازراہ شفقت اسے قبول فرمایا اور خوب دعاؤں سے نوازا۔

بچوں کی معصوم حرکتیں اور بزرگوں کی معصوم شفقتیں دونوں کو نہیں بھلایا

جاسکتا۔ آپ کو آخر عمر میں کئی بیماریوں نے آگھیرا تھا، بالآخر طویل علالت کے بعد دوران علاج نئی دہلی کے ایک اسپتال میں انتقال ہوگیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

جنازے میں اولیاء اللہ، شیوخ الحدیث، مفتیان کرام، علماء عظام، طلباء کرام ،ائمہ مساجد، حفاظ کرام، قراء کرام، مجاہدین اسلام، تبلیغی جماعت اور دیگر مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے لاکھوں افراد نے شرکت کی۔ اللہ تعالیٰ حضرت رحمہ اللہ کے تمام پسماندگان بالخصوص مولانا ظہیرالحسن، مولانا محمد شعیب اور حافظ محمد خبیب اور ان کی ہمشیرگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ آج ہم سب ایک عظیم درد مند انسان الگ ہوگئے اس لیے ہم سب تعزیت کے مستحق ہیں۔

میری تمام اہل اسلام سے درخواست ہے کہ حضرت رحمہ اللہ کے درجات میں ترقی کے لیے دعا فرمائیں، ان کے لیے خاص طور پر ایصال ثواب کا اہتمام فرمائیں، بالخصوص راقم سے تعلق رکھنے والے تمام جماعتی احباب اور کارکنان اس کا بھرپور اہتمام کریں۔

اصل میں حضرت رحمہ اللہ کی تعلیمات جو اب کیسٹوں، کتابوں کی صورت میں موجود ہے اس سے فائدہ اٹھایا جائے ان کی تعلیمات کو اپنی زندگیوں کو میں لانے کی کوشش اور فکر کی جائے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا بھر میں چارسو پھیلی ہوئی تبلیغی جماعت ان کے لیے صدقہ جاریہ ہے اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے اور تبلیغ کے عالمی مشن کو ان کے اخلاص کی بدولت مزید وسعتیں عطا فرمائے اور اس کی نافعیت کو عام فرمائے۔

آمین بجاہ النبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

فقہ اسلامی کا انکار...... نتائج اور انجام

مولانا محمد اشفاق ندیم

اسلام دنیا میں اتحاد واتفاق کا پیغام لے کر آیا ہمارے برصغیر پاک وہند میں اسلام لانے والے، پھیلانے والے اور اسلام قبول کرنے والے سب اہل السنت والجماعت حنفی تھے اور ہزار سال سے زائد عرصہ گزر گیا کہ مسلمانوں میں اتحاد واتفاق تھا پھر جب انگریز تجارت کی غرض سے برصغیر میں آیا اور اس پر غاصبانہ قبضہ کر لیا انگریز کا اپنا دین تو کوئی تھا ہی نہیں اور اگر تھا بھی تو وہ تحریف شدہ تھا اس کی منشاء اور آرزو یہ تھی کہ اسلام کی شکل بھی مسخ کر دی جائے اور اس کے اصل الاصول کو کسی طریقے سے کھوکھلا کیا جائے، چنانچہ اس نے تحقیق اور ریسرچ کے نام پر مسلمانوں میں دین بیزاری اور مذہبی بے راہ روی کی داغ بیل ڈالی اس کے ساتھ ساتھ خواہش پرستی اور اسلاف دشمنی کی مہم کو کامیاب کرنے کے لیے چند بکاؤ اشخاص کا انتخاب کیا اور مسلمانوں میں افتراق وانتشار، فرقہ واریت اور تفرقہ بازی کو ہوا دی۔ اس کی پالیسی یہ تھی کہ لڑاؤ اور حکومت کرو۔

برطانیہ کی ملکہ وکٹوریہ نے مذہبی آزادی کی مہم کا اشتہار دیا تو چند لوگ اس کے دام میں آ گئے اور غیر مقلد ہو کر اس کے دست وبازو بن گئے، مسلمانوں کے گھروں اور مساجد میں فتنہ پروری کا شور اٹھنے لگا، ہر گھر میں لڑائی، ہر مسجد میں فساد برپا ہو گیا۔ والفتنۃ اشد من القتل جیسی صریح نص قرآنی کے مقابلے میں ملکہ وکٹوریہ کے مذہبی اشتہار پر لوگوں کا رجحان بڑھتا گیا اور آپ علیہ السلام کے فرمان: لعن آخر ھذہ الامۃ اولھا۔ (ترمذی) کے مصداق بنتے چلے گئے۔

اکابر اور سلف صالحین کے خلاف بدزبانی اور بدگمانی کی مہم کا آغاز کر دیا۔

ابتداء میں چند فقہی اور فروعی اختلاف کو ہوا دے کر فقہ اسلامی کا انکار کیا گیا پھر احادیث مبارکہ کے اختلاف کو اچھال کر احادیث کا انکار کر دیا اور پھر اجماع امت کا انکار کیا گیا۔ فقہ، حدیث اور اجماع کے انکار کے بعد قرآن پاک میں تفسیر بالرائے کا دروازہ کھولا گیا، جس کی واضح اور جیتی جاگتی مثال مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تفسیر القرآن بکلام الرحمٰن ہے۔

فقہ اسلامی کا انکار کر کے اپنی تحریفات اور ناقص آراء اور خواہش پرستی کو قرآن وحدیث کانام دیدیا، دین میں بلاشبہ کتاب وسنت اصل ہیں اس کا کوئی منکر نہیں مگر اس کے باجود ہم نہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یکسر نظر انداز کر سکتے ہیں اور نہ تابعین، ائمہ دین، فقہاء اسلام اور محدثین کرام رحمہم اللہ کو۔ کتاب وسنت کا صحیح مفہوم معلوم کرنے کے لئے بہر حال ہمیں ان کی رہنمائی کی ضرورت ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اور تابعین وائمہ دین اور فقہاء اسلام رحمہم اللہ نے دین کو جس طرح سمجھاہے اور اس کے بارے میں جو ان کی رہنمائی ہے وہی اصلِ دین ہے، اس کے برعکس جو مفہوم و معنٰی ہم اپنی رائے سے متعین کریں گے وہ دین نہیں کہلائے گا بلکہ اسلاف سے ہٹ کر اگر ہم نے اپنی عقل سے دین کو سمجھنے کی کوشش کی تو دین کا تماشا بن جائے گا۔

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ جیسا آدمی بھی یہ لکھنے پر مجبور ہو گیا کہ جو سنت، حدیث، اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم، اقوال تابعین رحمہم اللہ وغیرہم سے باخبر نہ ہو گا وہ دین کو صحیح نہیں سمجھ سکتا، اس وجہ سے کہ سلف نے قرآن پاک کی کیا تفسیر کی ہے اور خالص سنت کیاہے اس کا علم انہی سے حاصل ہو گا۔ (منہاج السنۃ: ج3 ص71)

بخاری، بخاری کا نام لینے والے اگر بخاری شریف پڑھ لیتے تو فقہاء کرام پر اعتراض نہ کرتے خود امام بخاری رحمہ اللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، فقہاء، محدثین رحمہم اللہ کے اقوال ذکر کرکے شرعی مسئلہ ثابت کرتے ہیں۔ واقعات اور مثالیں تو بہت ہیں لیکن صرف سمجھانے کے لئے دو مثالیں عرض خدمت ہیں۔

1: مثلاً بخاری شریف کی روایت ہے کہ حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت فجر سے پہلے اور دو رکعت عصر کے بعد کبھی نہیں چھوڑتے تھے۔ (بخاری شریف: ص83)

اگر صرف حدیث ہی کو دیکھ کر کسی نے دین سیکھنا ہے تو وہ دو رکعت عصر کے بعد پڑھے حالانکہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں ہے اس لئے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے معلوم ہوا کہ یہ آپ علیہ السلام کی خصوصیت تھی اور یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جو لوگ حقیقت سے واقف نہیں تھے انہوں نے جب عصر کے بعد ان دو رکعتوں کا معمول بنایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ان پر سختی کرنی پڑی۔

چنانچہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ لکھتے ہیں: حضرت عمر رضی اللہ عنہ عصر کے بعد نماز پڑھنے والوں کو سزا دیتے تھے، حالانکہ ایک جماعت کا اس پر عمل رہا ان کی دلیل تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد {دو رکعت} نماز پر ہمیشگی کی ہے لیکن چونکہ یہ آپ علیہ السلام کی خصوصیت تھی اور آپ نے فجر اور عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ جو عصر کے بعد نماز پڑھتا تھا اس کو سزا دیتے تھے۔ (مجموع الفتاوی: ج20 ص168)

حالانکہ نبی علیہ السلام سے کہیں یہ منقول نہیں ہے کہ آپ نے عصر کے بعد دو رکعتوں کو اپنی خصوصیت فرمایا ہو مگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اور خصوصاً جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ کے بہت قریب تھے ان کو معلوم ہوتا تھا کہ آپ کا کون

سا کام محض اپنے لئے ہے اور کون سا کام تمام امت کے لئے ہے۔ اس لئے ان کی رہنمائی کے بغیر صحیح سنت کا علم ہو ہی نہیں سکتا۔

2: بخاری و مسلم کی روایت ہے آپ علیہ السلام نے فرمایا: لیس علی المسلم فی فرسہ ولا عبدہ صدقۃ۔ (بخاری: ج1 ص197)

مسلمان کے گھوڑے اور اس کے غلام میں زکوٰۃ نہیں ہے۔

اب ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان کے کسی بھی طرح کے گھوڑے اور غلام ہوں ان میں زکوٰۃ نہیں ہے۔ حالانکہ کسی نے بھی اس کا یہ مطلب نہیں لیا بلکہ جمہور اہل السنۃ کا مسلک یہ ہے کہ اگر گھوڑے اور غلام تجارت کے لئے ہوں تو اس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ غیر مقلد عالم مبارکپوری فرماتے ہیں: ان زکوٰۃ التجارۃ ثابتۃ بالاجماع ...فیخص بہ عموم ھذا الحدیث (تحفۃ الاحوذی: ج3 ص308)

یعنی گھوڑے اور غلام اگر تجارت کے لئے ہوں تو اس میں زکوٰۃ اجماع سے ثابت ہے پس اجماع سے حدیث عام کا مفہوم خاص کیا جائے گا۔ اجماع سے حدیث عام کو خاص کرنا پڑا۔ اجماع؛ نہ تو کتاب اللہ ہے اور نہ ہی سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ وغیر ہم کے قول و عمل کے اتفاق کا نام ہے۔ آج کل غیر مقلدین کا طبقہ سلفیت کا لبادہ اوڑھے ہوئے امت کے نوجوانوں کو اسلاف سے بد ظن کر رہا ہے یہ ریسرچ اور تحقیق کے نام پر وقت حاضر کا بہت بڑا فتنہ ہے اللہ پاک سب کو اس کے شر سے محفوظ رکھے۔ تقلید میں دین و ایمان کی سلامتی ہے عدم تقلید کا راستہ نہایت خطرناک ہے اور یہی وجہ ہے مذہب اربعہ کے مدون ہو جانے کے بعد ساری امت نے اس تقلید کے راستہ کو ختیار کیا ہے۔ ہمارے اور آپ کے بھی دین کی سلامتی کا واحد ذریعہ اور خصوصاً اس زمانہ میں تقلید اور اسلاف پر اعتماد ہے۔

داڑھی کی شرعی حیثیت

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن حفظہ اللہ

داڑھی رکھنا یہ دین کا کوئی حکم نہیں ہے لہٰذا اگر کوئی شخص داڑھی نہیں رکھتا تو ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ کسی فرض اور واجب کا تارک ہے یا اس نے کسی حرام یا ممنوع فعل کا ارتکاب کیا ہے۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاملہ پر جو کچھ فرمایا ہے وہ داڑھی رکھنے کی ہدایت نہیں ہے بلکہ اس بات کی ممانعت ہے کہ داڑھی اور مونچھیں رکھنے کی کوئی ایسی وضع اختیار نہیں کرنی چاہیئے جو متکبرانہ ہو کیونکہ تکبر ایک جرم ہے۔ (جاوید غامدی کا ایک ویڈیو کلپ)

یہ نظریہ ہے نام نہاد جاوید احمد غامدی صاحب کا۔ موصوف نے جہاں اور دین کے مسلمات سے انکار کیا ہے اور جمہور اہل السنت والجماعت کے موقف سے عملاً دستبرداری اختیار کی ہے وہاں پر داڑھی کے اجماعی مسئلے کو بھی بے وقعت کرنے کی مذموم کوشش کی ہے۔

آزاد خیالی کی اس دنیا میں موصوف نے جن متفقہ عقائد اور مسائل کو تختہ مشق بنایا ہوا ہے ہم ان شاء اللہ وقتاً فوقتاً اس پر بادلائل گفتگو کرتے رہیں گے اور موصوف کے باطل نظریات پر مشتمل عنقریب ایک تفصیلی کتاب امت کے حوالے کرنے کا ارادہ بھی رکھتے ہیں۔

آج کل کے ”دانشور“ جن کا علمی اور عملی سلسلہ خود انہیں بھی معلوم نہیں ہے وہ داڑھی کے مسئلہ میں اعتقاداً و عملاً بہت افراط و تفریط سے کام لے رہے ہیں۔ غامدی صاحب کی طرح بلکہ ان سے بھی ایک قدم بڑھ کر جناب مودودی صاحب کا

نظریہ بھی داڑھی کے بارے میں وہ نہیں جو کتاب و سنت سے ملتا ہے بلکہ وہ اس اجماعی مسئلے کو بھی بدعت کی بھینٹ چڑھاتے ہوئے اسے واجب تو کجا اسے سنت ماننے سے انکاری نظر آتے ہیں۔ان کا نظریہ یہ ہے کہ بڑی داڑھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی ہے مگر شرعی حکم پر نہیں بلکہ ایک عادت کے طور پر۔

چنانچہ موصوف لکھتے ہیں: میں اسوہ اور سنت اور بدعت وغیرہ اصطلاحات کے ان مفہومات کو غلط بلکہ دین میں تحریف کا موجب سمجھتا ہوں جو بالعموم آپ حضرات کے ہاں رائج ہیں آپ کا یہ خیال کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جتنی بڑی داڑھی رکھتے تھے اتنی ہی بڑی داڑھی رکھنا سنت رسول یا اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے، یہ معنیٰ رکھتا ہے کہ آپ عادت رسول کو بعینہ سنت سمجھتے ہیں جس کے جاری اور قائم کرنے کے لیے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیاء علیہم السلام مبعوث کیے جاتے رہے ہیں۔ مگر میرے نزدیک صرف یہی نہیں کہ یہ سنت کی صحیح تعریف نہیں ہے بلکہ میں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ اس قسم کی چیزوں کو سنت قرار دینا اور پھر ان کے اتباع پر زور دینا ایک سخت قسم کی بدعت اور ایک خطرناک تحریف دین ہے جس سے نہایت برے نتائج پہلے بھی ظاہر ہوتے رہے ہیں اور آئندہ بھی ظاہر ہونے کا خطرہ ہے۔ نیز یہ بھی لکھتے ہیں کہ مجھے سخت افسوس ہے کہ بڑے بڑے علماء خود حدود شرعیہ کو نہیں سمجھتے اور ایسے فتوے دیتے ہیں جو صریحا حدود شرعیہ سے متجاوز ہیں۔

(ترجمان القرآن مارچ تا مئی، جون 1946ء ص179 بحوالہ مجموعہ رسائل قاضی مظہر رحمہ اللہ)

قارئین کرام! اپنی جماعت کا رشتہ اسلام سے منتھی کرنے والوں کا نظریہ آپ نے دیکھ لیا اور اب ملاحظہ کیجیے ان لوگوں کا نظریہ جو اپنی نسبت حدیث کے مقدس عنوان سے مشہور کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں: ان کا موقف یہ ہے کہ

داڑھی طولاً وعرضاً جتنی بڑھتی ہے بڑھنے دیں، جدھر جاتی ہے جانے دیں اور وہ اس کو شرعی داڑھی قرار دیتے ہیں اور مشت بھر داڑھی کو وہ غیر شرعی سمجھتے ہیں۔

دارالحدیث محمدیہ ملتان سے شائع ہونے والے داڑھی سے متعلقہ اشتہار میں اس کی تفصیل دیکھی جا سکتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ ایک مشت داڑھی کے شرعی حکم اور سنت شرعیہ ہونے کے یہ تینوں منکر ہیں۔ پہلا کہتا ہے کہ داڑھی؛ "حکم دین" ہی نہیں ہے۔ دوسرا کہتا ہے کہ بڑی داڑھی رکھنا عادت ہے، "سنت نہیں" اور تیسرا اس کے ایک مشت سے زائد کے کاٹنے کو "غیر شرعی" کہتا ہے۔

افراط و تفریط کی ان گھاٹیوں سے بہت دور اہل السنۃ والجماعۃ کا مسلکِ اعتدال اور روشن راستہ دیکھیے جس پر آپ کو امت اسلامیہ کا جم غفیر چلتا ہوا نظر آئے گا۔ اہل السنت والجماعت کا موقف یہ ہے کہ کم از کم ایک مشت داڑھی رکھنا واجب ہے۔ اس کو جو سنت کہا جاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ داڑھی کا حکم سنت سے ثابت ہے یا یہ مطلب ہے کہ داڑھی رکھنا شرعی طریقہ ہے کیونکہ سنت کا ایک معنیٰ طریقہ بھی آتا ہے۔ لہٰذا داڑھی کو سنت لکھنے اور کہنے سے یہ اس غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے کہ یہ "واجب" نہیں ہے۔ ائمہ اربعہ اور تمام علمائے اہل السنۃ والجماعۃ کا اتفاق ہے کہ کم از کم ایک مشت داڑھی رکھنا "واجب" ہے اور ایک مشت سے کم داڑھی ناجائز اور حرام ہے اس سلسلے میں چند احادیث پیش خدمت ہیں۔

1: عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خالفوا المشرکین اوفروا اللحیٰ واحفوا الشوارب۔ (بخاری: ج2ص875)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا: مشرکوں کی مخالفت کرو اور داڑھیاں بڑھاؤ مونچھیں کٹاؤ۔

امام ابن حجر عسقلانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں: فی حدیث ابی هریرة رضی الله عنه عند مسلم خالفوا المجوس وهو المراد فی حدیث ابن عمر رضی الله عنهما فانهم کانوا یقصون لحاهم ومنهم من کان یحلقها۔ (فتح الباری ج10 ص429)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی جو حدیث امام مسلم رحمہ اللہ نے نقل فرمائی ہے اس میں خالفوا المشرکین کی بجائے خالفوا المجوس کے الفاظ ہیں۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث میں بھی یہی مراد ہے کیونکہ مجوسیوں کی عادت تھی کہ وہ اپنی داڑھیاں کاٹتے تھے اور ان میں سے بعض لوگ اپنی داڑھیوں کو مونڈتے تھے۔

:2 عن ابی هریرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم جزوا الشوارب وارخوا اللحیٰ خالفوا المجوس۔ (صحیح مسلم ج1 ص129)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مونچھیں کٹواؤ، داڑھیاں بڑھاؤ اور مجوسیوں کی مخالفت کرو۔

:3 عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله صلی الله علیه وسلم عشر من الفطرة قص الشارب واعفاء اللحیة۔ (صحیح مسلم: ج1 ص129)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دس چیزیں فطرت میں داخل ہیں ان میں مونچھوں کو کٹانا اور داڑھی کو بڑھانا۔

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: معناہ انها من سنن الانبیاء اس کا معنی یہ ہے کہ دس چیزیں انبیاء کے سنتوں میں سے ہیں۔

نیز امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: فحصل خمس روایات، اعفوا، واوفوا، وارخوا، وارجو، ووفروا۔ (شرح صحیح مسلم: ج1 ص129)

خلاصہ یہ ہے کہ روایات میں داڑھی بڑھانے کے متعلق پانچ قسم کے الفاظ وارد ہوئے ہیں اور پانچوں قریب المعنی ہیں یعنی داڑھی بڑھاؤ اور یہ پانچوں امر کے صیغے ہیں اور تمام علماء حقہ کے نزدیک یہ امر وجوب کے لئے اگر داڑھی رکھنا محض عادتاً تھا اور دین کا حکم نہیں تھا تو امت کو اتنی تاکید کے ساتھ حکم دینے کا کیا مطلب؟؟

4: عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یاخذ من لحیتہ من عرضھا وطولھا۔ (جامع ترمذی: ج2 ص105)

ترجمہ: نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم لمبائی اور چوڑائی سے اپنی داڑھی کے کچھ بال لے لیتے تھے۔ نیز اس میں حج وعمرے کی کوئی تخصیص نہیں ہے۔

5: عن ابن عباس رضی اللہ عنھما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعث بکتابہ مع رجل الیٰ کسریٰ ......ودخلا علیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقد حلقا لحاھما و اعفیا شواربھما فکرہ النظر الیھما وقال ویلکما من امرکما بھذا؟ قالا امرنا ربنا یعنیان کسریٰ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولکن ربی امرنی باعفاء لحیتی وقص شاربی (البدایۃ والنہایۃ: ج2 ص662، حیاۃ الصحابۃ: ج1 ص115)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک قاصد کو شاہ ایران کی طرف پیغام دے کر بھیجا..............شاہ ایران کے دو قاصد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کی داڑھیاں منڈی ہوئی اور مونچھیں بڑھی ہوئی تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف نظر کرنا بھی پسند نہ کیا اور فرمایا تمہاری ہلاکت ہو تمہیں یہ شکل بگاڑنے کا کس نے حکم دیا ہے؟ وہ بولے یہ ہمارے رب یعنی شاہ ایران کا حکم ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لیکن میرے رب نے تو مجھے داڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹوانے کا حکم فرمایا ہے۔

6: عن عائشة رضی الله عنها .. ملائكة السماء يستغفرون لذوائب النساء ولحی الرجال يقولون سبحان الله الذی زين الرجال باللحیٰ والنساء بالذوائب۔ (مسند الفردوس ج4 ص157 رقم الحدیث 6488)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آسمان کے ملائکہ ان خواتین کے لیے جن کے سر کے لمبے بال ہوں اور ان مردوں کے لیے اللہ سے بخشش طلب کرتے رہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پاک ہے وہ ذات جس نے مردوں کو داڑھیوں کے ساتھ اور خواتین کو سر کے لمبے بالوں کے خوبصورتی بخشی۔

اس کے علاوہ بھی اس مضمون کی متعدد روایات کتب احادیث میں موجود ہیں جن میں داڑھی رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

مندرجہ بالا احادیث سے یہ بات قدر مشترک طور پر سامنے آتی ہے کہ جو لوگ مشت بھر داڑھی نہیں رکھتے وہ اللہ تبارک وتعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کی مخالفت کر کے مشرکین اور مجوسیوں کے طرز کو اپنائے ہوئے ہیں کل قیامت کے دن خداوند قہار کی بارگاہ میں کیا منہ دکھائیں گے؟ اگر نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ پوچھ لیا کہ کیا تمہیں میری شکل وصورت سے مشرکین ومجوسیوں کی تہذیب زیادہ پسند تھی؟ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منہ موڑ لیا تو کس ذات سے شفاعت کی امید رکھیں گے؟ ان تمام نصوص کے پیش نظر فقہاء امت اس بات پر متفق ہیں کہ داڑھی کم از کم مشت بھر رکھنا واجب ہے یہ اسلام کا شعار ہے اور اس کا بالکل منڈانا یا مشت بھر سے کم کرنا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔

آثار صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمہم اللہ:

1: عن نافع كان ابن عمر رضی الله عنهما اذا حج او اعتمر قبض علی لحيته فما

فضل اخذہ۔ (صحیح بخاری:ج2ص875)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حج یا عمرہ کر لیتے تو اپنی داڑھی کو مٹھی سے پکڑتے اور زائد بالوں کو کاٹ دیتے۔

پہلے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے داڑھی بڑھانے کا حکم نقل فرمایا پھر اس کی مقدار خود اپنے عمل سے بتائی ہے۔ ممکن ہے کہ اس حدیث کو پڑھ کر کسی کے ذہن میں یہ سوال ابھرے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کا یہ عمل عام نہیں بلکہ حج اور عمرہ کے ساتھ خاص ہے۔

اس بارے میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں: الذی یظھر ان ابن عمر کان لا یخص ھذا التخصیص بالنسك بل کان یحمل الامر بالاعفاء علی غیر الحالة التی تتشوہ فیھا الصورة بافراط طول شعر اللحیة او عرضه۔ (فتح الباری شرح صحیح بخاری:ج10ص430)

ترجمہ: ظاہر بات ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنے اس عمل کو حج اور عمرہ کے ساتھ خاص نہیں سمجھتے تھے بلکہ وہ داڑھی بڑھانے کے حکم کو اس حالت پر محمول کرتے تھے جس میں داڑھی لمبائی چوڑائی میں اس قدر بڑھی ہوئی نہ ہو کہ بد صورت اور بد نما لگنے لگے۔

:2 عن ابن عمر رضی اللہ عنھما انه کان یقبض علیٰ لحیته ثم یقص ما تحت القبضة۔ (کتاب الآثار لامام محمد: ص203)

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اپنی داڑھی کے بالوں کو مٹھی میں لیتے اور زائد بال کاٹ دیتے تھے۔

:3 عن ابی زرعة قال کان ابو ھریرة رضی اللہ عنه یقبض علی لحیته ثم یاخذ

مافضل من القبضۃ۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ:ج6ص108)

ترجمہ: حضرت ابو زرعہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی داڑھی کو مٹھی سے پکڑتے پھر جو مٹھی سے زائد بال ہوتے ان کو کاٹ دیتے۔

4: عن الحسن قال کانوا یرخصون فیما زاد علی القبضۃ من اللحیۃ ان یؤخذ منھا۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ:ج6ص109)

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین داڑھی کے ایک مشت سے زائد بالوں کے کاٹنے کی اجازت دیتے تھے۔

5: عن ابراھیم قال کانوا یطیبون لحاھم ویاخذون من عوارضھا۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ:ج6ص109)

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنی داڑھیوں کو خوشبو لگاتے اور ان کی چوڑائی سے بال کاٹ لیتے تھے۔

اقوال فقہاء اور داڑھی کا وجوب و مقدار

فقہاء احناف:

1: واما الاخذ منھا وھی دون ذالك کما یفعله بعض المغاربۃ ومخنثۃ الرجال فلم یبحه احد۔ (فتح القدیر شرح ہدایہ:ج2ص270)

ترجمہ: داڑھی کے بال کاٹ کر اس کو ایک مشت سے کم کرنا جیسا بعض مغربی اور مخنث لوگ ایسا کرتے ہیں اس کو کسی نے بھی جائز قرار نہیں دیا۔

2: یحرم علی الرجل قطع لحیته وفیه السنۃ فیھا القبضۃ (در مختار:ج4ص223)

ترجمہ: مرد کے لئے داڑھی کا کاٹنا حرام ہے اس کی مسنون مقدار ایک مشت ہے۔

3: شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں: حلق کردن لحیہ حرام است وگذاشتن آں بقدر قبضہ واجب است۔ (اشعۃ اللمعات: ج1 ص228)

ترجمہ: داڑھی منڈانا حرام ہے اور ایک مشت کی مقدار اس کو بڑھانا واجب ہے۔

4: خاتم المحدثین علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اما قطع ما دون ذالك فحرام اجماعا بين الائمه۔ (فیض الباری: ج4 ص380)

[داڑھی] ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے اور اس پر ائمہ کا اجماع ہے۔

فقہ شافعی:

محدث عبد الروف مناوی شافعی لکھتے ہیں: اعفاء اللحيه و تركها متى تكثر بحيث تكون مظهرا من مظاهر الوقار فلا تقصر تقصيرا يكون قريبا من الحلق ولا تترك حتىٰ تفحش بل يحسن التوسط فانه فى كل شيئ حسن۔ (فقہ السنۃ ج1 ص38)

ترجمہ: داڑھی کو بڑھانا اور اس کو چھوڑنا یہاں تک کہ داڑھی زیادہ ہو جائے لیکن ایسے طور پر کہ پروقار نظر آئے اور اتنی مقدار تک نہ کاٹے کہ مونڈی ہوئی دکھائی دینے لگے۔ اور اس قدر لمبی بھی نہ ہونے دے کہ بدنما لگنے لگے بلکہ درمیانی [مشت بھر] داڑھی رکھے کیونکہ ہر چیز میں اعتدال بہتر ہے۔

فقہ مالکی:

فقہ مالکی کے نامور محدث اور فقیہ قاضی عیاض مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: يكره حلقها وقصها وتحريقها واما الاخذ من طولها وعرضها فحسن وتكره الشهرة فى تعظيمها كما تكره فى قصها وجزها۔ (شرح مسلم للنووی: ج1 ص129)

ترجمہ: داڑھی کو مونڈنا اور زیادہ کانٹ چھانٹ کرنا مکروہ ہے البتہ اس کے طول وعرض سے کچھ بال کاٹ لینا بہتر ہے اور جیسا کہ داڑھی زیادہ کاٹنا چھانٹنا مکروہ ہے ایسے

ہی لمبی داڑھی میں شہرت بھی مکروہ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک مشت سے کم اور زیادہ خلاف سنت اور ایک مشت سنت کے مطابق ہے۔

فقہ حنبلی:

الشیخ منصور بن یوسف حنبلی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ویعفی لحیتہ ویحرم حلقھا۔

(الروض المربع: ج1 ص19، مختصر المقنع: ص 96)

ترجمہ: داڑھی کو [مسنون مقدار تک] بڑھانا ضروری اور اس کا منڈانا حرام ہے۔

ان تمام حوالہ جات سے یہ ثابت بات واضح ہوگئی کہ مسنون مقدار داڑھی رکھنا واجب اور منڈوانا حرام ہے۔

اس لیے نام نہاد اسکالر جناب غامدی صاحب، مودودی صاحب اور غیر مقلدیت کا فتنہ قرآن وسنت اور جمہور صحابہ وائمہ اسلاف کو چھوڑ کر گمراہی پر گامزن ہیں اللہ تعالیٰ ان کے وساوس اور مکر وفریب سے امت محمدیہ کی حفاظت فرمائے۔

غیر مقلدین کے "عمل بالحدیث" کا معیار

مفتی محمد یوسف حفظہ اللہ

ہمارے غیر مقلدین بھائی بھی بادشاہ لوگ ہیں۔ باور تو یہی کراتے ہیں کہ ہم صرف صحیح صریح احادیث پر عمل کرتے ہیں ضعیف حدیث ہمارے نزدیک قابل حجت نہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ احادیث کے قبول اور رد کرنے کے بارے میں کسی ضابطہ اخلاق کے پابند نہیں۔ ان کا اپنا معیار ہے کہ جو حدیث ان کے مخصوص نظریات کے موافق ہو اسے ہر حال میں [ایڑی چوٹی کا زور لگا کر] قبول کرتے ہیں، اگرچہ حقیقت میں وہ ضعیف ہو اور محدثین نے اس کے راویوں پر شدید جرح بھی کی ہو اور جو حدیث ان کے مذہب کے خلاف ہو اسے کسی نہ کسی طرح ضعیف قرار دے کر ہی دم لیتے ہیں اگرچہ وہ حدیث محدثین کرام کے ہاں صحیح کیوں نہ ہو۔ بطور نمونہ چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں۔

مثال نمبر1: احناف کا مذہب یہ ہے کہ اقامت کے کلمات دوہرے کہے جائیں

اس بارے میں علامہ عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ نے سیدنا عبد اللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ کی درج ذیل حدیث صحیح سند کے ساتھ بیان کی ہے: کان عبداللہ بن زید الانصاری موذن النبی صلی اللہ علیہ وسلم یشفع الاذان والاقامۃ۔

(مصنف ابن ابی شیبہ ج2 ص321 رقم 2151)

حضرت عبد اللہ بن زید انصاری رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے موذن تھے وہ اذان اور اقامت کے الفاظ دہرے دہرے ادا کرتے تھے۔

حافظ ابن حزم رحمہ اللہ اس حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں: ھذا اسناد

فی غایۃ الصحۃ۔ (المحلیٰ بالآثار ج2 ص191)

یہ سند انتہائی درجہ کی صحیح ہے۔ مگر غیر مقلدین کے نامور عالم عبد الرحمان مبارکپوری اس صحیح سند والی روایت کے بارے میں یوں لکھتے ہیں:قلت لاشك ان رجاله رجال الصحيح لكن في صحة اسناده نظر وان زعم ابن حزم انه في غاية الصحة لان فيه الاعمش وهو المدلس۔ (ابکار المنن ص292)

یعنی میں کہتا ہوں کہ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اس حدیث کے رواۃ؛ صحیح [صحیح سے مراد بخاری شریف ہے۔ از راقم] کے رواۃ ہیں۔ اگرچہ ابن حزم نے اس کو انتہائی صحیح حدیث قرار دیا ہے مگر اس کی صحت محل نظر ہے کیوں کہ اس میں ایک راوی اعمش ہے اور وہ مدلس ہے۔

جناب اگر ذرا دیر کے لیے یہ بات تسلیم بھی کر لیں کہ اعمش راوی مدلس ہیں اس لیے ان کی یہ صحیح حدیث بھی صحیح نہیں ہے۔ مگر یہ تو بتایا جائے کہ اس کا احساس امام بخاری و امام مسلم کو کیوں نہیں ہوا؟ آخر انہوں نے اسی اعمش [جو کہ آپ کے نزدیک مدلس ہیں] کی روایات کو کثیر تعداد میں اپنی اپنی کتابوں میں کیوں ذکر کیا ہے؟

مثال نمبر2: امام کے پیچھے قراءت نہ کرنے کے بہت سے دلائل ہیں ان میں سے ایک حدیث مبارک یہ ہے:من كان له امام فقراءة الامام له قراءة۔

(شرح معانی الآثار ج1 ص159)

یہ حدیث متعدد سندوں سے مروی ہے اس کی صحت میں کوئی شبہ نہیں ہے اس کے بارے میں غیر مقلدین کے مشہور محدث ناصر الدین البانی مرحوم تحریر کرتے ہیں:والحاصل:ان طرق الحديث بعضها صحيحة او حسنة وبعضها ضعيفة ينجبر ضعفها بغيرها من الطرق الكثيرة فالقول بانه حديث غير ثابت او غير محتج

به ونحو ذالك غير معتد به. (اصل صفة صلوة النبی صلی اللہ علیہ وسلم ج1 ص358)

ترجمہ: اور حاصل کلام یہ ہے کہ اس حدیث کے بعض طرق صحیح یا حسن ہیں اور بعض طرق [اس قدر خفیف درجہ کے] ضعیف ہیں کہ ان کے ضعف کی وجہ سے جو کمی آتی ہے وہ دیگر کثیر طرق کی وجہ سے پوری ہو جاتی ہے لہذا اس حدیث کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ ثابت نہیں ہے یا اس کو بطور دلیل پیش نہیں کیا جاسکتا یا اس طرح کی کوئی اور بات کہنا نا قابل اعتماد اور بے وزن ہے۔

مذکورہ عبارت اس پر واضح طور پر دلالت کرتی ہے کہ زیر بحث حدیث البانی صاحب کے نزدیک ثابت اور صحیح ہے چونکہ یہ حدیث امام کے پیچھے قراءت نہ کرنے کی ایک روشن دلیل تھی اس لیے مبارکپوری صاحب اسے ہضم نہ کرسکے اور حقائق سے چشم پوشی کرتے ہوئے یہ فیصلہ صادر فرمایا: ان هذا الحديث ضعيف بجميع طرقه (ابکار المنن ص519)

یہ حدیث اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف ہے۔

انصاف کیجیے! ایک طرف تو البانی صاحب کا فیصلہ ہے، جنہوں نے واضح لفظوں میں تنبیہ کی ہے کہ اس حدیث کو ضعیف تو دور کی بات ہے کوئی غیر ثابت یا غیر محتج بہ کہے گا تو اس کی یہ بات بے وزن اور نا قابل اعتبار متصور ہو گی اور دوسری طرف مبارکپوری صاحب ہیں کہ جنہوں نے کمال جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے "ضعیف" تک لکھ دیا ہے۔ واضح رہے کہ البانی صاحب غیر مقلدین کے ہاں کوئی معمولی حیثیت کے حامل نہیں بلکہ بہت بڑا مقام رکھتے ہیں، زبیر علی زئی نے انہیں "مشہور محدث اور شیخ" کے لقب سے یاد کیا ہے اور ان کی تحقیق کو بطور حجت کے پیش کیا ہے۔ (نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام ص41)

مثال نمبر3: فرقہ غیر مقلدیت سے وابستہ افراد نماز میں بلند آواز سے آمین کہتے ہیں۔اس بارے میں وہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت بھی بطور دلیل پیش کرتے ہیں:حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:لوگوں نے آمین کہنا چھوڑ دیا ہے حالانکہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ پڑھتے تو آمین اتنی اونچی آواز سے کہتے کہ پہلی صف والے سن لیتے اور اس کے ساتھ مسجد گونج اٹھتی۔ (سنن ابن ماجہ ص62)

یہ روایت سخت ضعیف ہے اس میں ایک راوی بشر بن رافع ہے جس پر محدثین کرام نے شدید جرح کی ہے۔مثلاً:

1. امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:ليس بشئی ضعيف فی الحديث

حدیث میں ضعیف ہے اس کی کوئی حیثیت نہیں۔

2. امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: يضعف فی الحديث ۔

حدیث کے معاملے میں اس کو ضعیف قرار دیا گیا ہے۔

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں:لايتابع فی حديثه

حدیث کے معاملہ میں اس کی پیروی نہ کی جائے۔

3. امام ابوحاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں:ضعيف الحديث،منكر الحديث،لانریٰ له حديثا قائما

حدیث کے معاملہ میں ناقابل اعتبار اس کی کوئی حدیث ہم نے مضبوط نہیں دیکھی

4. امام ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:هوضعيف عندهم ،منكر الحديث - - اتفقوا علیٰ انكار حديثه وطرح ماراوه وترك الاحتجاج به،لايختلف علماء الحديث فی ذالك۔

محدثین کرام رحمہم اللہ کے ہاں حدیث کے معاملے میں ناقابل اعتبار اور ضعیف ہے ۔۔۔ اس بات پر محدثین کرام نے اتفاق کیا ہے اس کی بیان کردہ حدیث میں غیر مانوسیت ہوتی ہے اور اس کی روایت کردہ حدیث اس قابل نہیں کہ اسے بطور دلیل مان لیا جائے ان باتوں میں کسی محدث کا اختلاف نہیں۔

5. امام نسائی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ضعیف۔ [بشر بن رافع ضعیف ہے۔]

(تہذیب التہذیب ج1 ص422، 421، تہذیب الکمال ج2 ص52)

یہ روایت چونکہ غیر مقلدین کے مذہب کے موافق ہے۔ اس وجہ سے وہ اس کو قبول کرتے ہیں چنانچہ مبارک پوری تحریر کرتے ہیں :قلت هذا الحديث وان كان اسناده ضعيفاً لكنه منجبر بتعدد طرقه. (ابکار المنن ص616)

یہ احادیث اگرچہ ضعیف ہیں مگر متعدد طرق کی وجہ سے یہ ضعف والا نقصان پورا ہو جاتا ہے۔

لمحہ فکریہ !:

مذکورہ بالا مثال نمبر دو میں البانی صاحب نے امام کے پیچھے قرأت نہ کرنے کی روایت کے بارے میں واضح طور پر لکھا تھا کہ اس حدیث کے صحیح طرق بھی ہیں اور حسن طرق بھی۔ البتہ جو اس کے بعض طرق ضعیف ہیں وہ بھی نقصان دہ نہیں کیونکہ دیگر کثیر طرق اس ضعف کو ختم کر دیں گے مگر اس مقام پر مبارک پوری صاحب نے البانی صاحب کی یہ بات ٹھکرا دی تھی اور بڑی بے باکی سے کہا تھا کہ ”یہ روایت تمام طرق سے ضعیف ہے۔“ مگر یہاں تو معاملہ ہی الٹ ہے کہ روایت کے ضعیف ہونے کا اعتراف بھی ہے اور ساتھ عمل بھی۔ وجہ صرف اور صرف یہی ہے کہ یہ اپنے مذہب کی دلیل ہے۔

مثال نمبر4: غیر مقلدین کی عادت ہے کہ نماز فجر اندھیرے میں پڑھتے ہیں اور بطور دلیل ابو داؤد شریف ص57 رقم الحدیث 394 پیش کرتے ہیں حالانکہ اس کی سند میں اسامہ بن زید لیثی ضعیف راوی ہے اس کے بارے میں محدثین کرام کی کیا آراء ہیں ملاحظہ کیجیے۔

1. امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں:لیس بشئی...ان تدبرت حدیثه فستعرف فيه النكرة۔

حدیث میں اس کی کوئی حیثیت نہیں... اگر آپ اس کی بیان کردہ روایات میں غور وفکر سے کام لیں تو اس میں آپ کو غیر مانوس قسم کی احادیث ملیں گی۔

2. امام یحیٰ بن سعید القطان رحمہ اللہ فرماتے ہیں:اشهدوا انی قد ترکت حدیثه تم میرے اس کام کے گواہ رہو کہ میں نے اس سے حدیث بیان کرنا چھوڑ دیا ہے۔

3. امام دارقطنی رحمہ اللہ فرماتے ہیں من اجل هذا ترکه البخاری۔

اسی وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اس سے روایت لینا چھوڑ دیا ہے۔

4. امام ابو حاتم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: یکتب حدیثه ولا یحتج به۔ اس کی حدیث لکھ لینے کی گنجائش ہے مگر اس کو بطور دلیل بیان نہیں کیا جا سکتا۔

(تہذیب التہذیب ج1 ص198-199، تہذیب الکمال ج1 ص351)

اتنی شدید جروحات کے باوجود بھی غیر مقلدین نے اس روایت کو خندہ پیشانی سے قبول کر لیا اور محدثین کرام کی تمام جروحات کو پس پشت ڈال دیا محض اس وجہ سے کہ یہ روایت ان کے مسلک کے ہم آہنگ وموافق ہے۔ چنانچہ وکیل غیر مقلدین مبارکپوری صاحب لکھتے ہیں:قلت اسامة بن زید اللیثی وان اختلف فی

توثیقه وتضعیفه لکن الحق انه ثقة صالح للاحتجاج. (ابکار المنن ص 51)

یعنی اسامہ بن زید لیثی کی صحت وضعف کے بارے میں اگرچہ محدثین کا اختلاف ہے کوئی اس کو ثقہ کہتا ہے اور کوئی ضعیف قرار دیتا ہے مگر حق بات یہ ہے کہ وہ ثقہ ہے اور اس سے دلیل لی جاسکتی ہے۔

سوچنے کے بات یہ ہے کہ اگر یہی معاملہ احناف کے حق میں ہوتا تو نام نہاد اہل حدیث برملا کہتے کہ تعدیل پر جرح مقدم ہوتی ہے اس لیے تمہاری یہ روایت مجروح ہے ناقابل عمل ہے اور ضعیف ضعیف [دعیف دعیف] کا شور بلند کرتے مگر یہاں معاملہ چونکہ اپنے بارے میں ہے اس لیے مکمل خاموشی سادھ لی ہے۔

خلاصہ کلام:

ہم نے بطور نمونہ چار مثالیں پیش کی ہیں: پہلی اور دوسری مثال یہ بتانے کے لیے کہ اس میں جو احادیث درج کی گئی ہیں ان کی صحت میں کوئی شبہ نہیں خود غیر مقلدین کے اکابر نے اسے تسلیم کیا ہے مگر اس کے باوجود غیر مقلدین ان پر عمل نہیں کرتے بلکہ عاملین کو برا بھلا کہتے ہیں۔ تیسری اور چوتھی مثالیں یہ سمجھانے کے لیے ذکر کی ہیں کہ یہ احادیث ضعیف ہیں۔ خود ان کے بزرگوں نے اسے ضعیف تسلیم کیا ہے مگر غیر مقلدین ان پر سختی سے کاربند ہیں شاید ضعیف احادیث پر عمل کرکے وہ اپنے ضعیف اہل حدیث ہونے کا ثبوت فراہم کرنا چاہتے ہوں؟

بہر حال! جو بھی وجہ ہو، وہی بہتر سمجھتے ہیں البتہ ہمیں افسوس اور حیرت اس بات پر ہے کہ یہ دوہرے پیمانے انہوں نے کیوں مقرر کر رکھے ہیں؟ ایک کام ہم کریں تو غلط، وہ خود کریں تو ٹھیک۔ ہم کریں تو ”مخالفت بالحدیث“ اور وہ خود کریں تو ”عمل بالحدیث“ فیاللعجب !!

دوامِ رفع یدین اور جھوٹی روایت کا سہارا

مفتی شبیر احمد حنفی حفظہ اللہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے:

مَنۡ یَّقُلۡ عَلَیَّ مَا لَمۡ أَقُلۡ فَلۡیَتَبَوَّأۡ مَقۡعَدَہٗ مِنَ النَّارِ۔

(صحیح البخاری: ج1 ص21 باب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ: جو شخص مجھ پر وہ بات کہے جو میں نے نہیں کہی تو وہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بنالے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک ''جو مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ بولے وہ اپنا ٹھکانہ آگ میں بنالے'' بقول حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ کے متواتر ہے۔ (فتح الباری: ج1 ص269 باب اثم من کذب علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

اس متواتر حدیث کے باوجود بعض الناس حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنے سے باز نہیں آتے۔ اپنی تحریر، تقریر اور روزمرہ کی گفتگو میں موضوع و مردود روایات بڑی ''جرأت'' اور ''وثوق'' سے پیش کرتے ہیں۔ اس صورت حال کے پیشِ نظر یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ان کی تحاریر و تقاریر جھوٹ کا معجون مرکب ہوتی ہیں۔ مثلاً کچھ لوگ یہ ثابت کرنے کے لیے کہ رفع یدین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا آخری عمل تھا، ایک روایت بیان کرتے ہیں، حالانکہ یہ روایت تحقیق کی رو سے من گھڑت اور جھوٹ ہے۔ ان لوگوں کی عبارات ملاحظہ ہوں:

1: غیر مقلد عالم صادق سیالکوٹی لکھتے ہیں:

''رسول ؐ اللہ جب نماز شروع کرتے تو رفع یدین کرتے اور جب رکوع کرتے اور جب اٹھاتے سر اپنا رکوع سے اور سجدوں میں رفع یدین نہ کرتے۔ اللہ تعالےٰ سے

ملتے دم تک آپؐ کی نماز اسی طرح رہی۔"(صلوٰۃ الرسول ﷺ: ص233 ط نعمانی کتب خانہ)

2: محمد رئیس ندوی غیر مقلد لکھتے ہیں:

"ابن عمر نے کہا کہ تحریمہ کی طرح رفع الیدین آپؐ بوقت رکوع بھی تا زندگی کرتے رہے حتیٰ کہ آپؐ اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔"

(رسول اکرم ﷺ کا صحیح طریقہ نماز: ص331 ط صہیب اکیڈمی شیخوپورہ)

3: ابو خالد نور گرجاکھی لکھتے ہیں:

"سیدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سنت کے پروانے نے (كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ) فرما کر اور موجب روایت بیہقی آخر میں (حَتّٰى لَقِيَ الله) لا کر یہ ثابت کر دیا کہ رسول اللہ ﷺ ابتدائے نبوت سے لے کر اپنی عمر کی آخری نماز تک رفع الیدین کرتے رہے۔"

(اثبات رفع الیدین: ص20 ط دار التقویٰ)

4: عبد المتین میمن جونا گڑھی بھی اپنی کتاب "حدیثِ نماز" (ص125 ط مکتبہ عزیزیہ لاہور) میں یہی روایت لائے اور لکھا:

"حَتّٰى لَقِيَ الله آپؐ کی نماز ہمیشہ اسی طرح رہی یہاں تک کہ آپ اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔"

غیر مقلدین کی بیان کردہ یہ روایت "عبد الرحمٰن بن قریش بن خزیمة الهروی عن عبد الله بن احمد الدمجی عن الحسن بن عبد الله بن حمدان الرقی ثنا عصمة بن محمد الانصاری" کی سند سے شیخ ابن دقیق العید الشافعی کی کتاب "الامام" میں ہے۔ (بحوالہ نصب الرایۃ: ج1 ص483)

یہ روایت موضوع، من گھڑت اور کذب محض ہے کیونکہ اس میں دو راوی ہیں جو سخت مجروح اور حدیث گھڑنے والے ہیں۔ ان رواۃ کے متعلق ائمہ جرح و

تعدیل کی آراء ملاحظہ فرمائیں:

راوی نمبر۱: عبدالرحمٰن بن قریش ابن خزیمۃ الہروی

[۱]: ابوالفضل احمد بن علی بن عمرو السلیمانی: اتهمه السلیمانی بوضع الحدیث۔

(میزان الاعتدال: ج2 ص513 رقم الترجمہ 4692)

کہ محدث سلیمانی نے اس راوی کو حدیثیں گھڑنے کے ساتھ متہم کیا۔

[۲]: ابوبکر الخطیب البغدادی (قال): فی حدیثه غرائب۔

(تاریخ بغداد ج8 ص300)

کہ اس کی بیان کردہ حدیثوں میں غرابت (اوپرا پن) ہے۔

راوی نمبر۲: عصمہ بن محمد انصاری

[۱]: ابن سعد (قال): وکان عندهم ضعیفا فی الحدیث۔ [محدثین کے ہاں یہ راوی حدیث میں ضعیف ہے] (طبقات ابن سعد ج7 ص239، تاریخ بغداد ج10 ص210)

[۲]: یحیی ابن معین (قال): کان کذابا یروی احادیث کذبا...... من اکذب الناس...... یضع الحدیث۔ [یہ جھوٹا تھا، جھوٹی احادیث روایت کرتا تھا، سب سے زیادہ جھوٹ بولتا تھا اور جھوٹی حدیثیں گھڑتا تھا]

(تاریخ بغداد ج10 ص210، میزان الاعتدال ج3 ص75، الضعفاء الکبیر للعقیلی ج3 ص340)

[۳]: ابوحاتم الرازی (قال): لیس بالقوی۔ [یہ قوی راوی نہیں ہے]

(میزان الاعتدال ج3 ص75)

[۴]: العقیلی (قال): یحدث بالاباطیل عن الثقات۔ [ثقہ راویوں کی طرف منسوب کرکے باطل حدیثیں بیان کرتا تھا]

(الضعفاء الکبیر للعقیلی ج3 ص340، میزان الاعتدال ج3 ص75)

[۵]: ابن عدی (قال): كل حديثه غير محفوظ وهو منكر الحديث۔ [اس کی تمام حدیثیں غیر محفوظ ہیں اور یہ منکر الحدیث تھا]

(الکامل لابن عدی ج7 ص89، میزان الاعتدال ج3 ص76)

[٦]: الدار قطنی (قال): متروك۔ [یہ متروک ہے]

(تاریخ بغداد ج10 ص210، میزان الاعتدال ج3 ص75)

خلاصہ: اس روایت میں کذاب، وضاع اور مجہول روات ہیں اور یہ موضوع اور من گھڑت روایت ہے۔ محدثین حضرات کا یہی فیصلہ ہے:

(ا): مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ لکھتے ہیں: کذب [یہ روایت جھوٹی ہے]

(نیل الفرقدین: ص36)

(۲): محدث محمد بن علی النیموی: هو حديث ضعيف بل موضوع [یہ روایت (انتہائی) ضعیف بلکہ موضوع ہے] (آثار السنن: ص107)

غیر مقلدین نے امانت و دیانت کا جنازہ نکالتے ہوئے اس روایت سے استدلال کیا، حیرت ہے کہ اس کے متعلق جھوٹ بولنے، غلط بیانی کرنے اور بد دیانتی سے کام لینے سے بھی نہیں ہچکچائے۔ بطورِ مثال دو حوالے پیش خدمت ہیں:

۱: غیر مقلدین کے پیشوا مولوی نور حسین گرجاکھی نے کیا خوب کارنامہ سرانجام دیا کہ اس روایت کے کذاب اور وضاع راویوں کے بجائے اس پر بخاری و مسلم کے روایان فٹ کر دیے۔ موصوف لکھتے ہیں:

”رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا وفات تک رفع یدین کرنا۔ 13۔ كان رسول الله صلى الله عليه و آله و سلم يرفع يديه اذا افتتح الصلاة وإذا كبر للركوع وإذا رفع رأسه من الركوع فما زالت تلك صلاته حتى لقى الله تعالى۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرنے اور رکوع جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے ملتے دم تک آپ کی نماز اسی طرح رہی یعنی اپنی عمر کی آخری نماز تک آپ رکوع جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کرتے رہے۔

دراسات لبیب......... 14 سبحان اللہ یہ کیسی پیاری اور عمدہ حدیث (جس کو چھیالیس) ائمہ نے نقل کیا ہے اور اس کا اسناد کتنا عمدہ ہے۔ (۱) امام مالک تو وہ تمام عالموں اور محدثوں کے پیشوا ہیں اور وہ اس کو (۲) ابنِ شہاب زہری سے روایت کرتے ہیں جو اہل مدینہ کے بڑے مشہور عالم اور امام تھے اور امام زہری (۳) سالم بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں جو بڑے تابعی اور فقیہ ہیں اور سالم (۴) حضرت عبد اللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں جو بڑے قدیم الاسلام، متبع سنت اور عالم اور بڑے درجے والے جو کان (كان يرفع يديه) سے حدیث نقل کر رہے ہیں اور آخر میں (فما زالت تلك صلوٰته حتى لقى الله تعالىٰ) لاکر ثابت کرتے ہیں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عمر کی آخری نماز تک رکوع جانے اور رکوع سے سر اٹھانے کے وقت رفع یدین کرتے رہے۔" (قرۃ العینین فی اثبات رفع الیدین: ص8، 9 بحوالہ حدیث اور اہل حدیث: 431، 432)

قارئین! اس من گھڑت روایت کی سند کا حال آپ پیچھے ملاحظہ فرما چکے، لیکن موصوف کی تحریف بھی دیکھیے کہ بخاری و مسلم کے رواۃ کا تذکرہ کر کے یہ باور کرا رہے ہیں کہ آخری عمر تک رفع یدین کرنے کی روایت (فما زالت تلک صلوٰتہ حتی لقی اللہ تعالیٰ) بخاری کے رواۃ سے مروی ہے۔ تف ہے اس علمی بد دیانتی اور کذب بیانی پر لیکن ہمیں حیرت ہے کہ اتنی تحریف کے بعد بھی یہ لوگ "اہل حدیث" ہی بنے رہتے ہیں۔

ع زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

۲: محمد یوسف صاحب غیر مقلد کی "صداقت" بھی ملاحظہ فرمائیں، موصوف فقہ حنفی کی مشہور و معتبر کتاب "الہدایۃ" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"بیہقی کی روایت میں ابن عمر سے جس کے آخر میں ہے کہ یہی آپ کی نماز رہی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے ملاقی ہوئے (یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔ ہدایہ ج ۱ ص ۳۸۶)" (حقیقۃ الفقہ: ص 194)

قارئین کرام! ہمیں ہدایہ کے پورے متن میں یہ الفاظ نہیں ملے کہ مذکورہ روایت صحیح الاسناد ہے۔ جھوٹی اور من گھڑت روایت کو ثابت کرنے کے لیے غیر مقلدین کے ان "بزرگوں" کی "کوششیں" آپ نے ملاحظہ فرمالیں کہ یہ فرقہ کس طرح اپنے مسائل کو ثابت کرنے کے لیے ان روایات کا سہارا لیتا ہے۔ ان حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے ان کے "شیخ الحدیث" محمد اسماعیل سلفی کی ڈھٹائی بھی ملاحظہ فرمایئے، موصوف لکھتے ہیں:

"آج کل کے بعض حنفیہ کا اسے موضوع کہنا تعصب ہے اور جرأت الخ"

(رسول اکرم کی نماز: ص 51)

خلاصہ کلام: موضوع روایت کو اس طرح جزماً پیش کرنا اور اپنے مسئلے کی بنیاد رکھنا یقیناً جرم عظیم اور بہت بڑا جھوٹ ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ بولنے والا شخص جہنم میں جائے گا۔ وما علینا الا البلاغ

نوٹ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم آخری زندگی میں صرف شروع کے رفع یدین پر قائم رہے، لہذا صرف شروع نماز کا رفع یدین ہی کیا جائے اور رکوع کو جاتے، رکوع سے سر اٹھاتے اور سجدوں وغیرہ کا رفع یدین نہ کیا جائے۔ اس پر دلائل کیلیے استاذ مکرم متکلمِ اسلام مولانا محمد الیاس گھمن کی کتاب "نماز اہل السنت والجماعت" کا مطالعہ فرمائیں۔

گھر کے بھیدی: قسط نمبر 1

فرقہ اہل حدیث

سابق اہل حدیث مسعود احمد B.S.C کی نظر میں

مولانا محمد نواز فیصل آبادی

قارئین کرام! ہم چند ان فرقوں اور فتنوں کے بارے میں ایک سلسلہ بنام "گھر کے بھیدی" شروع کر رہے ہیں۔ جنہوں نے ام الفتن غیر مقلدیت کی کوکھ سے جنم لیا اس سلسلے کی پہلی کڑی جناب مسعود احمد B.S.C کی روداد ہے۔ آیئے ملاحظہ کرتے ہیں

فرقہ اہل حدیث کے مقتداء اور پیشوا بسا اوقات عوام کو اپنے جال میں پھنسانے کے لیے یہ چال چلتے ہیں کہ فلاں آدمی پہلے "حنفی" تھا توبہ کر کے "اہلحدیث" ہو گیا جس سے ہمارے مذہب کے سچے ہونے کا ایک ثبوت ملتا ہے۔ اگر اہل السنت والجماعت کا مسلک سچا ہوتا تو وہ اس کو چھوڑ کر فرقہ اہل حدیث میں کیوں شامل ہوتا؟

پھر اپنے جلسوں میں اس نئے غیر مقلد کو بڑی آن بان سے بلا کر اشتہار پر اس کا بڑا نام لکھ کر عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں کہ اس نے سابقہ مسلک کو چھوڑ کر ایک عظیم کارنامہ انجام دیا ہے، حالانکہ بہت سے افراد خود فرقہ اہل حدیث کو چھوڑ کر مسلک اہل السنت والجماعت کو اختیار کر رہے ہیں، ہمارے پاس کثیر حضرات کی لسٹ موجود ہے جو کہ فرقہ اہل حدیث کو چھوڑ کر راہ راست پر آ گئے اور مسلک اہل السنت والجماعت کو قبول کر لیا اور بہت سے ایسے بھی ہیں کہ جنہوں نے فرقہ اہل حدیث کو چھوڑ کر کسی الگ نئے گمراہ فرقے کی بنیاد رکھی ہے۔

مسعود احمد B.S.C کا شمار بھی ایسے افراد میں ہوتا ہے جو کہ نہ صرف یہ فرقہ اہل حدیث کو چھوڑ چکے بلکہ اس نے ایک نئے گمراہ فرقے کی بنیاد "جماعت المسلمین" کے نام سے ڈالی ہے پھر تماشہ یہ کہ وہ اپنی تحریرات میں فرقہ اہل حدیث پر جابجا؛بجا تنقید کرتا نظر آتا ہے۔ فرقہ اہل حدیث کے متعلق ان کی بعض تحریرات نقل کی جاتی ہیں:

پہلے مسعود احمد B.S.C کا تعلق فرقہ اہل حدیث کی ایک فرقی غرباء اہل حدیث سے تھا پھر توبہ کرکے 1395ھ بمطابق 1975ء میں فرقہ جماعت المسلمین کی بنیاد رکھی۔ چنانچہ لکھتے ہیں: " ہمارا اُس جماعت سے کوئی تعلق نہیں وہ ایک فرقہ کی ذیلی جماعت تھی اور اب ہم فرقہ واریت سے تائب ہو کر مسلم ہو چکے ہیں جس پمفلٹ کا محقق صاحب نے حوالہ دیا ہے وہ فرقہ واریت کے زمانہ کا پمفلٹ ہے لہذا کالعدم ہے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہم نے 1395ھ میں اللہ تعالیٰ کی بنیاد ڈالی ہوئی جماعت المسلمین میں شامل ہو گئے۔ مسلم بنتے رہتے اور جماعت ترقی کرتی رہی۔"

(جماعت المسلمین کے متعلق غلط فہمیاں اور ان کا ازالہ اشاعت نمبر 99
مندرجہ کتاب جماعت المسلمین کی دعوت اور تحریک اسلامی کی آئینہ داریں ص 555)

مسعود احمد B.S.C مسلک اہل حدیث کو فرقہ وارانہ نام قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے:"اہل حدیث کیونکہ امتیازی "فرقہ وارانہ" نام ہے لہٰذا مسلک اہل حدیث سے فرقہ واریت عیاں ہے۔ بر خلاف اس کے "دین اسلام" کے الفاظ میں فرقہ واریت کا نام ونشان نہیں۔ (مذہب اہل حدیث کی حقیت ص 3)

اہل حدیث کی تاریخی حیثیت واضح کرتے ہوئے موصوف لکھتے ہیں:"اہل حدیث نام بعد میں اختیار کیا گیا یہ اللہ تعالیٰ کا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رکھا ہوا

نام نہیں ہے۔" اہل حدیث" نام کس نے رکھا؟ کب رکھا؟ اور کیوں رکھا؟ ہم ہمیشہ پہلے دو سوال کرتے ہیں لیکن ہمارے سوالات کو بدل کر ہمیں اپنی طرف سے وضع کردہ تیسرے سوال کا جواب دیا جاتا ہے گویا پہلے دو سوالوں کا اہل حدیث کے پاس کوئی جواب نہیں۔" (مذہب اہل حدیث کی حقیقت ص4)

اہل حدیث کے مسلک کو ملاوٹی اور بدعتی قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:"اگر اہل حدیث کا اسلام جو بقول ایڈیٹر صاحب ابھی تک خالص ہے آئندہ کسی زمانے میں ملاوٹی ہو گیا تو سچے اہل حدیث اس وقت کیا کریں گے؟ بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ اہل حدیث کا اسلام ملاوٹی ہو چکا ہے۔ اس میں تصوف و پیری مریدی آچکی ہے، علما کی تقلید آچکی ہے، بدعات آچکی ہیں، بدعتیوں میں شادی بیاہ جاری ہے، بدعتیوں کے پیچھے نمازیں پڑھی جاتی ہیں تو اب بتایئے کہ اور امتیازی نام رکھ لیا جائے یا نہیں؟"

(مذہب اہل حدیث کی حقیقت ص5)

اہل حدیث نام کو فرقہ بندی کا ذمہ قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں:"اہل حدیث نام قرآن وحدیث میں نہیں، صرف گنجائش نکلتی ہے۔ مزید بر آں یہ گنجائش بھی ایڈیٹر صاحب کے نزدیک نکلتی ہے ہمارے نزدیک تو گنجائش بھی نہیں نکلتی البتہ قرآن وحدیث کی رو سے یہ نام مزید تفریق و فرقہ بندی کا ذمہ دار ہے۔"

(مذہب اہل حدیث کی حقیقت ص8)

اسی حوالے سے مزید لکھتے ہیں:"ہم نے ائمہ حدیث کو فرقہ وارانہ نام کی حیثیت سے استعمال نہیں کیا ہمارے نزدیک پوری امت مسلمہ کا نام ائمہ حدیث نہیں ہے یہ صرف علماء کا لقب ہے۔ بر خلاف اس کے اہل حدیث حضرات اہل حدیث نام کو "فرقہ وارانہ" نام کی حیثیت سے استعمال کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک اہل حدیث

صرف علماء کے لیے مخصوص نہیں بلکہ پوری امت مسلمہ کا نام ہے۔

(مذہب اہل حدیث کی حقیقت ص8)

موصوف مسعود احمد B.S.C اپنے ذاتی تجربے کی بنیاد پر موصوف فرقہ اہلحدیث کے افراد کو مقلد سمجھتا ہے جبکہ فرقہ اہلحدیث کے افراد اپنے آپ کو تقلید کا منکر کہتے ہیں، چنانچہ موصوف لکھتے ہیں: ”ہم اپنے علم اور تجربہ کی بنیاد پر کہتے ہیں کہ اہل حدیث میں تقلید موجود ہے کئی گروہ بھی اہل حدیثوں میں موجود ہیں جن کے مابین عقائد میں بھی اختلاف ہے کوئی تعویذ گنڈے کو جائز ہی نہیں بلکہ اس کا کاروبار کرتا ہے اور کوئی اسے شرک کہتا ہے۔ کوئی پیری مریدی کرتا ہے اور کوئی اسے بدعت کہتا ہے۔ کوئی تصوف کے ساتھ مسنون کا لفظ لگا کر تصوف کو مسنون قرار دیتا ہے اور کوئی اسے خلاف شرع سمجھتا ہے۔ کوئی امامت کا داعی اور کوئی امامت کا منکر، کسی کے ہاں ذکر کے حلقے اور کوئی اس کا منکر۔ غزنویہ ثنائیہ، روپڑیہ، غرباء یہ تنظیمی نہیں ہیں بلکہ مکتب فکر کے خاندانی نام ہیں۔“ (مذہب اہل حدیث کی حقیقت ص9)

فرقہ اہل حدیث کے فتوے کے متعلق لکھتے ہیں: ”علمائے اہل حدیث بعض مواقع پر بالکل بے بنیاد فتوے دیتے ہیں۔“ (مذہب اہل حدیث کی حقیقت ص10)

فرقہ اہل حدیث کی ذیلی فرقوں اور سنت کے متعلق ان کے موقف کے متعلق لکھتے ہیں: ”یہ ایڈیٹر صاحب کے ذاتی عقائد ہیں، جماعت اہل حدیث کے عقائد نہیں، اگر ایڈیٹر صاحب کا بیان صحیح ہے تو براہ کرم اہل حدیث کے تمام فرقے غزنویہ، ثنائیہ، روپڑیہ اور صدوریہ (غرباء) کے بڑے بڑے علماء اور مشائخ سے اس پر دستخط کروا دیں ورنہ اگر ہمیں وقت ملا تو ان شاء اللہ علمائے اہل حدیث کے نزدیک ترک سنت گناہ نہیں اور یہ کہ اہل حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل میں

تضاد تسلیم کرتے ہیں۔" (مذہب اہل حدیث کی حقیقت ص 10،11)

فرقہ اہل حدیث سے الگ ہونے کی وجہ ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "قرینہ صارفہ کی عدم موجودگی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو فرض نہ ماننا بے دینی ہے۔ اسے علمی اختلاف کہہ کر ٹالنا قطعاً صحیح نہیں، ترک سنت کو جائز سمجھنا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو بغیر کسی قرینہ صارفہ کے استحباب پر محمول کرنا (اگرچہ ذاتی طور پر ایڈیٹر صاحب اس کے قائل نہ ہوں) اور فرقہ وارانہ نام رکھنا یہ ایسی چیزیں ہیں کہ ہم اہل حدیث سے علیحدہ ہونے پر مجبور ہوئے۔"

(مذہب اہل حدیث کی حقیقت ص 11)

اہل حدیث نام کی قدر و قیمت کے حوالے سے ایک فرقہ اہل حدیث کے عالم کی تحریر ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اس سلسلے میں ہم ایڈیٹر صاحب کو "ماہنامہ محدث" کے دو اقتباسات کے طرف توجہ دلاتے ہیں، جناب عزیز زبیدی صاحب لکھتے ہیں: یہ تلمیحی نام ایسی شئ نہیں ہے کہ اس سے کوئی بدلے لیکن اس کے باوجود اگر کوئی فرقہ اپنے فرقہ کی شخصی نسبتوں سے دستبرداری کے لیے ہم سے اس جائز نسبت کے ایثار کا مطالبہ کرتا ہے تو ہم اسے بھی خوش آمدید کہیں گے (ماہنامہ محدث لاہور بابت ماہ جمادی الاول والاخریٰ 1400ھ ص 226) جناب عزیز زبیدی صاحب اسی ماہنامہ میں اس صفحہ پر اور جگہ لکھتے ہیں: گو اہل حدیث کوئی شخصی نسبت نہیں ہے جیسا کہ دوسرے فرقوں کی بات ہے تاہم اگر اس نسبت کی قربانی دے کر دوسری فرقہ وارانہ نسبتوں کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے تو ذاتی طو پر مجھے اہلحدیث کہلانے پر اصرار نہیں۔"

اہل حدیث حضرات! کیا یہی ہے اہل حدیث نام کی قدر و قیمت؟"

(مذہب اہل حدیث کی حقیقت ص 12)

فرقہ اہلحدیث کے عالم عزیز زبیدی صاحب سے مسعود احمد اہلحدیث کو تحریک کے بجائے فرقہ ثابت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:"ہم اہل حدیث کو فرقہ سمجھتے ہیں، مولوی عزیز زبیدی صاحب بھی ہماری تائید کرتے ہیں، زبیدی صاحب فرماتے ہیں: جیسا کہ اب موجودہ جماعت اہل حدیث کا حال ہے کہ اب وہ تحریک کی بجائے ایک فرقہ بن کر رہ گئی ہے۔"

(ماہنامہ محدث بابت ماہ جمادی الاولیٰ والاخریٰ 1400ھ ص226)

زبیدی صاحب کی مذکورہ بالا تائید کی روشنی میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم "فاعتزل تلك الفرق كلها" (صحیح بخاری، صحیح مسلم) کی تعمیل میں ہم فرقہ اہل حدیث سے علیحدہ ہونا اپنا دینی فریضہ سمجھتے ہیں۔ ایڈیٹر صاحب الاعتصام آپ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو فرض سمجھتے ہیں۔ لہٰذا اس عقیدہ کا عملی ثبوت پیش کرتے ہوئے آپ فرقہ اہلحدیث سے علیحدہ ہو جائیں۔"

(مذہب اہل حدیث کی حقیقت ص13،12)

اہلحدیث کے ایک عالم "ابو الاشبال شاغف" کے ایک حوالے کی تردید میں فرقہ اہلحدیث کو حدیثیں گھڑنے والا قرار دیتے ہوئے مسعود احمد لکھتے ہیں:"مولوی ابو الاشبال شاغف صاحب تحریر فرماتے ہیں: یہ نام من جانب اللہ ہمیں دربار رسالت سے ملا ہے، صحابہ و تابعین اور تبع تابعین سب اہل حدیث کہلاتے تھے۔

(الاعتصام مورخہ 5 محرم 1401ھ ص10)

جواب: سنتے اور پڑھتے آئے ہیں کہ پہلے زمانہ میں بعض دشمنان اسلام نے حدیثیں گھڑیں لیکن ہماری حیرت کی کوئی انتہاء نہیں کہ اس زمانہ میں بھی حدیثیں گھڑی جارہی ہیں۔ کیا ایڈیٹر صاحب ہفت روزہ الاعتصام وہ حدیث پیش فرمائیں گے جس میں دربار

رسالت سے اس نام کا ثبوت ملتا ہے یا صحابہ کرام سے۔؟"

(مذہب اہل حدیث کی حقیقت ص14)

اس کے بعد فرقہ اہل حدیث کے افراد کے مقلد ہونے پر مشہور غیر مقلد عالم عبد العزیز نورستانی کی تحریر کو گواہ بناتے ہوئے لکھتے ہیں: "ہم کہتے ہیں اہلحدیث مقلد ہیں ایڈیٹر صاحب اس کا انکار کرتے ہیں اور عام اہل حدیث بھی بگڑ جاتے ہیں لہٰذا ہم انہی کے ایک محقق عالم کا قول پیش کرتے ہیں، سنیئے مولوی ابو عمر عبد العزیز نورستانی مدرس الجامعۃ الاثریہ پشاور تحریر فرماتے ہیں: جب کسی فعل کا ثبوت نماز کے اندر ثابت نہیں ہے اس کو نہیں کرنا چاہیے لیکن ہمارے اہلحدیث بعض وقت ایسی اندھی تقلید کرتے ہیں کہ مقلدین سے بھی ان کی تقلید بد تر ہو جاتی ہے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔"

(کتاب الوتر ص115)

جب ہم اہلحدیث کی بدعت وغیرہ کا ذکر کرتے ہیں تو بعض حضرات اور خود ایڈیٹر صاحب الاعتصام یہ جواب دیتے ہیں کہ یہ انفرادی غلطیاں ہیں۔ اس کو پوری جماعت کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں۔ ہم کہتے ہیں جب اہل حدیث عوام اکثریت بلکہ علماء بھی اس بدعت میں مبتلا ہوں تو ہم کیوں نہ اس کو پوری جماعت کی طرف منسوب کریں۔ ہمیں تو تعجب ہے کہ بعض اہل حدیث حضرات جو بدعت کو بدعت تسلیم کرتے ہیں پھر کیسے وہ ان بدعتیوں کو اہل حدیث سمجھتے ہیں، ان کے پیچھے نماز بھی پڑھتے رہتے ہیں اور ان کے خلاف آواز نہیں اٹھاتے؟

(مذہب اہل حدیث کی حقیقت ص14)

(............جاری ہے)

قسط نمبر 4:

✍......مولانا نور محمد تونسوی حفظہ اللہ

منکرین حیاتِ قبر کا ایک اور مغالطہ

بجواب: اکابر کا باغی کون؟

منکرین حیات قبر کا مشہور مصنف مبلغ اور مناظر سادہ لوح عوام کو مغالطہ دیتے ہوئے لکھتا ہے: "اطلاع ضروری اے حضرات! اتنا آپ صاحبان کو سمجھانا ضروری ہے کہ بعض حضرات علماء حنفیہ کی طرف سماعت اموات کے مسئلہ کی نسبت یہ ارشاد کرتے ہیں کہ یہ مسئلہ اختلافی ہے اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مذہب حنفیہ میں سماعت اموات کا مسئلہ اختلافی ہے۔ بلکہ حنفی مذہب میں مردوں کا نہ سننا اتفاقی مسئلہ ہے تمام فقہ حنفیہ میں اس مسئلے کو صاف طور پر لکھا ہے بلکہ مراد سماعت موتیٰ کے مسئلہ کے اختلافی ہونے سے یہ ہے کہ مذہب حنفیہ اور مذہب شافعیہ کا باہم اختلاف ہے۔ بعضے شافعی مذہب والے سماع اموات کے قائل اور جمہور فقہائے حنفیہ عدم سماعت کے قائل ہیں اور شافعیوں کا حنفیوں سے اختلاف کرنا حنفیوں کو کچھ مضرت نہیں پہنچاتا۔ اگر شافعی اور حنفی کا اختلاف کچھ مضرت پہنچانے والا قرار دیا جائے پھر تو ہزارہا مسائل میں حنفیہ، شافعیہ کا اختلاف ہے ان سارے مسئلوں میں آپ کیا کہیں گے؟ کیا ان مسائل کو اختلافی کہہ کر حنفی مذہب کی تقلید چھوڑ کر شافعی مذہب اختیار کرنے یا غیر مقلد ہونا پسند کریں گے؟

ہرگز نہیں! حنفی مذہب کہ بالکل اس طرف سے بالکل مطمئن ہوا بیٹھا ہے اور علی الاعلان عدم سماعت کا حکم جاری کرتا ہے۔ حنفیوں کا جس کو قبول کرنا لازم ہے ہاں غیر مذہب قبول کرے نہ کرے اسے اختیار ہے، اب بعض مقدس علماء کی مہریں

جو بالتصریح عدم سماعت موتیٰ کو حنفی مذہب فرما کر حنفی مذہب کی اسی عدم سماعت کے قائل ہیں ان کے اسمائے گرامی، ان کی پاک مہریں، ان کے متبرک دستخط آپ کے سامنے بغرض زیارت پیش کئے جاتے ہیں اور یہ مہریں اور دستخط بہت ہی کم نہایت قدر قلیل درج ہوتی ہیں۔" (اکابر کا باغی کون ص 121،120)

قارئین کرام! مناظر صاحب کا یہ طویل اقتباس کئی مغالطوں بلکہ کذب بیانیوں پر مشتمل ہے مثلاً: مناظر صاحب کا یہ کہنا مسئلہ سماع موتیٰ حنفیہ کے مابین مختلف فیہ نہیں ہے بلکہ حنفیہ عدم سماع موتیٰ پر متفق ہیں۔ اختلاف حنفیہ اور شوافع کا ہے کہ حنفیہ عدم سماع کے قائل ہیں اور شوافع سماع موتیٰ کے قائل ہیں۔

گھر کی گواہی:

مناظر صاحب نے یہ ایک سفید جھوٹ بولا ہے کہ حنفیہ عدم سماع پر متفق ہیں حقیقت یہ ہے کہ خود علماء احناف میں اختلاف ہے بعضے احناف عدم سماع موتیٰ کے قائل ہیں اور بعضے سماع موتیٰ کے قائل ہیں۔ سب سے پہلے ہم منکرین حیات قبر کے گھر کی شہادتیں پیش کرتے ہیں جس سے مناظر صاحب کا جھوٹ واضح ہو جاتا ہے۔ چنانچہ منکرین حیات قبر کے مشہور شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد حسین نیلوی اپنی کتاب ندائے حق میں لکھتے ہیں: "البتہ بعض حنفیہ جو دوسرے ائمہ کے مقلدین کی کتب بینی کر کے ان کے مسلک کے ہمنوا ہیں اور دوسرے ائمہ کے مقلدین سماع عند القبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل ہیں اس کی وجہ دراصل یہ ہے کہ ان کا اپنا مسلک یہ ہے کہ میت کوئی بھی اس کی قبر پر جا کر السلام علیکم کہا جائے تو میت سنتی ہے خواہ اس کی سننے کی کیفیت کچھ بھی ہو تو اس عموم کے تحت سب ہی اموات آجاتے ہیں خواہ عامی ہو یا خواص، خواص میں سے خواہ صوفی ہوں، عالم ہوں، فاضل ہوں، اولیاء اللہ اور

صالح ہوں، شہید ہوں یا صدیق ہوں یا پیغمبر ہوں کچھ فرق نہیں۔ جب قاعدہ کلیہ ہو گا تو اس میں یہ سوال پیدا ہونے کا امکان ہی نہیں کہ شوافع، مالکیہ، حنابلہ، سماع عند القبر النبی کے کس طرح قائل ہو گئے؟ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ مطلقاً سماع موتیٰ کے قائل ہیں تو اس کلیہ میں انبیاء کرام علیہم السلام بھی آجاتے ہیں جب دوسرے اموات سنتے ہیں ایسے ہیں انبیاء کرام علیہم السلام بھی سنتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ابن قیم رحمہ اللہ، ابن عبد الہادی ہوں یا ابن حجر رحمہم اللہ، سیوطی نووی عیاض، یا شیخ عبد الحق محدث دہلوی، ملا علی قاری رحمہم اللہ وغیرہ ہوں سب سماع عند قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قائل ہیں کہ وہ مطلقاً سماع موتیٰ مانتے ہیں۔

(ندائے حق ج 1 جز ثانی ص 84، 85)

قارئین کرام!

دیکھیے مماتیوں کا شیخ فرماتا ہے کہ بعض احناف جو شوافع کی کتب بینی کرتے ہیں وہ سماع موتیٰ کے قائل ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ سماع موتیٰ مسئلہ احناف میں باقاعدہ مختلف فیہ ہے۔ بعضے سماع کے قائل ہیں اور بعض انکار کرتے ہیں جب کہ مماتیوں کے مناظر کا کہنا ہے کہ سماع موتیٰ کا مسئلہ احناف میں مختلف فیہ نہیں ہے بلکہ سارے احناف عدم سماع موتیٰ کے قائل ہیں۔ ظاہر کہ یہ دونوں باتیں بیک وقت سچی نہیں ہو سکتیں اگر شیخ صاحب نے سچ بولا ہے تو یقیناً مناظر صاحب جھوٹے ثابت ہوں گے اور اگر مناظر صاحب نے سچ بولا ہے تو شیخ صاحب یقیناً جھوٹے ثابت ہوں گے، اور یہ بات بھی ملحوظ خاطر رہے کہ اس قسم کی باتوں کو مماتی مناظر بغاوت قرار دیتا ہے۔ لہٰذا ہم مناظر صاحب سے سوال کرتے ہیں کہ آپ باغی ہیں اپنے شیخ کے یا شیخ باغی ہے آپ کا؟ اور اگر یوں کہہ دیا جائے آپ دونوں ایک دوسرے کے باغی ہیں

تو کیا یہ بات بے جا تو نہ ہو گی ؟ نیز مماتیوں کے شیخ نے قائلین سماع موتیٰ کی فہرست پیش کی ہے ان میں شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ اور ملا علی قاری رحمہ اللہ وغیرہ شامل ہیں۔

بندہ عاجز مماتیوں کی خدمت میں عرض گزار ہے کہ مذکورہ بالا دونوں بزرگ مسلکاً حنفی ہیں اور آپ کے شیخ ان دونوں بزرگوں کو قائلین سماع موتیٰ میں سے بتارہے ہیں اب میری گذارش یہ ہے کہ واقعی یہ دونوں بزگ سماع موتیٰ کے قائل ہیں اگر واقعی یہ بات درست ہے تو مناظر صاحب نے صاف جھوٹ بولا ہے کہ احناف میں کوئی اختلاف نہیں سب کے سب عدم سماع کے قائل ہیں اور اگر مماتی مناظر اپنی بات پے اڑے ہوئے ہیں کہ احناف میں سماع موتی کا مسئلہ مختلف فیہ نہیں ہے تو یقیناً مماتیوں کے شیخ نے صریح جھوٹ بول کر اپنے مناظر کی بغاوت کی ہے، نیز مماتیوں کے شیخ نیلوی لکھتے ہیں:" حضرت الشیخ مولانا قاسم نانوتوی رحمہ اللہ نے جو سماع کا قول فرمایا ہے۔" (ندائے حق جدید ص85 جز اول جز ثانی)

اس عبارت میں شیخ نیلوی نے صاف لفظوں میں لکھ دیا ہے کہ حجۃ السلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ حضرات انبیاء کرام کے سماع کے قائل ہیں۔ اب ہمیں بتایا جائے کہ حضرت نانوتوی رحمہ اللہ حنفی ہیں یا نہیں؟ اگر یہ حنفی ہیں تو مماتی مناظر کا دعویٰ بالکل جھوٹا ہے کہ احناف میں مسئلہ سماع مختلف فیہ نہیں ہے بلکہ سارے احناف عدم سماع موتیٰ پر متفق ہیں، نیز نور الایضاح کے مصنف الفقیہ النبیل حسن بن علی الشرنبلالی نور اللہ مرقدہ اس کی شرح مراقی الفلاح اور اس کے حاشیہ الطحطاوی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات قبر اور آپ کے سماع عند القبر الشریف کے تصریح موجود ہے کیا یہ حضرات آپ کے نزدیک حنیفہ میں ہیں، یا نہیں؟

اگر ہیں اور یقیناً ہیں تو آپ کے مناظر کس منہ سے کہتے ہیں کہ حنفیہ اس مسئلہ میں مختلف فیہ نہیں ہیں بلکہ سب کے سب عدم سماع کے قائل ہیں؟ نیز ہدایہ کے مشہور شارح شیخ امام کمال الدین محمد بن عبد الواحد المعروف امام ابن الھمام الحنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں ”ثم یسا ل النبی صلی اللہ علیہ وسلم الشفاعۃ فیقول یا رسول اللہ اسالك الشفاعۃ یا رسول اللہ اسالك الشفاعۃ واتوسل بك الی اللہ فی ان اموت مسلما علیٰ ملتك و سنتك ۔“(فتح القدیر ج3ص95) نیز اسی صفحہ پر لکھتے ہیں ”ولیبلغ سلام من اوصاہ بتبلیغ سلامہ فیقول السلام علیك یا رسول اللہ من فلان بن فلان او فلان بن فلان یسلم علیك یا رسول اللہ ۔

ہر صاحب علم اس بات کو بخوبی سمجھتا ہے کہ امام ابن ھمام نے جو یہ فرمایا کہ زائرین عند القبر الشریف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہ عرض کریں کہ اے اللہ کے رسول! آپ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ہمارے لیے سفارش فرمائیں اور جس شخص نے حاجی صاحب کو حج پر جاتے ہوئے یہ کہا کہ تو جب روضہ اقدس پر حاضر ہو تو میری طرف سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں سلام عرض کرنا تو حاجی صاحب کو چاہیے جب روضہ اقدس پر حاضر ہو تو یوں کہے اے اللہ کے رسول! فلاں بن فلاں آپ کی خدمت میں سلام عرض کرتا ہے۔

اب ظاہر ہے کہ جو شخص یہ مشورہ دیتا ہے کہ اللہ کے رسول کی خدمت میں جا کر طلب شفاعت کی جائے اور سلام دینے والوں کے سلام آپ کی خدمت میں پہنچائے جائیں وہ شخص حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع عند القبر الشریف کا قائل ہے۔ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہیں سنتے تو طلب شفاعت ایک فضول عمل رہ جائے گا۔

اب مماتیوں کے مناظر بتائیں کہ امام الھمام ہدایہ حنفی ہیں یا نہیں؟ اگر یہ حنفی ہیں تو آپ نے کیسے لکھ دیا کہ حنفیہ کا اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور حقیقت یہ ہے کہ حنفیہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سماع عند القبر کے عقیدہ پر متفق ہیں۔ چنانچہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمہ اللہ لکھتے ہیں "مگر انبیاء علیہم السلام کے سماع میں کسی کو اختلاف نہیں اسی وجہ سے ان کو مستثنیٰ کیا ہے اور دلیل جواز یہ ہے کہ فقہائے نے بعد سلام کے وقت زیارت قبر مبارک کے شفاعت مغفرت کا عرض کرنا لکھا ہے پس یہ جواز کے واسطے کافی ہے اور جس کو قاضی صاحب نے منع لکھا ہے وہ دوسری نوع کی استعانت ہے۔" (فتاویٰ رشیدیہ ملحق تالیفات رشیدیہ ص134)

قارئین کرام!

آپ نے دیکھ لیا کہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع عند القبور کو متفق علیہ عقیدہ بتاتے ہیں اور دلیل یہ دے رہے کہ سب علماء فرماتے ہیں بوقت زیارت قبر النبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے شفاعت کی جائے۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ یہ ایک معقول دلیل ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں ہے یہ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کا فیصلہ ہے۔ اس کے برعکس مماتی مناظر کہتا ہے کہ تمام احناف عدم سماع پر متفق ہیں۔ احناف میں اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں ہے اب یہ فیصلہ علماء حق کریں گے کہ سچی بات کس کی ہے اور جھوٹا کون ہے؟

میری دانست کے مطابق مماتی مناظر نے جو جھوٹ بولا ہے شاید اس کی نظیر دنیا میں نہ ملے نیز حضرت گنگوہی رحمہ اللہ اسی کتاب کے مذکورہ بالا صفحہ پر لکھتے ہیں کہ عام موتیٰ کے سماع میں حنفیہ مختلف ہے جب کہ مماتی مناظر کہتا ہے حنفیہ عدم سماع پر

متفق ہیں یہاں بھی اہل علم خود فیصلہ فرما کر جھوٹے کا تعین کا فیصلہ فرمالیں گے اور اب یہ فیصلہ کرنا بھی آسان ہو جاتا ہے کہ اکابر کا باغی کون ؟

نیز فتاویٰ عالمگیریہ المعروف فتاویٰ ہندیہ جس کو سلطان عالمگیر رحمہ اللہ نے تقریباً پانچ صد علماء سے لکھوایا تھا میں لکھا ہے " بمثل صورته الکریمة البهیة کانه نائم فی لحده عالم به یسمع کلامه کذا فی الاختیار شرح المختار "

(فتاویٰ عالمگیریہ ج1 ص265)

اس عبارت میں تصریح کی گئی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم زائرین کا سلام وکلام سماعت فرماتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ "فتاویٰ عالمگیریہ" فقہ حنفیہ کی کتاب ہے یا نہیں ؟ اور اس فتاویٰ کے مؤلفین علماء حنفیہ میں سے ہیں یا نہیں ؟ ظاہر بات ہے فتاویٰ عالمگیریہ فقہ حنفی کی کتاب ہے اور اس کے مؤلف فقہاء احناف ہیں اور آج تک کسی حنفی عالم نے اس تحقیق سے اختلاف نہیں اور نہ ہی کسی عالم دین نے اس تحقیق کی وجہ سے فتاویٰ پر تکفیر فرمائی ہے۔

معلوم ہوا کہ علماء احناف سب کے سب انبیاء کرام علیہم السلام کے سماع پر متفق ہیں۔ آج تک کسی حنفی عالم نے انبیاء کے سماع میں اختلاف نہیں کیا اگر کسی نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے تو اس کا نام پیش کیا جائے۔ یہ وہ چیلنج ہے جو امام اہل سنت حضرت مولانا سرفراز خان صفدر صاحب رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "تسکین الصدور" میں پیش کیا اور عنایت اللہ گجراتی کی ذریت آج تک کسی ایک عالم دین کا نام پیش کر کے چیلنج کا جواب نہیں دے سکی اور نہ ہی قیامت تک پیش کر سکتی ہے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

مقتدی؛ امام کے پیچھے قرأت نہ کرے!!(2)

✍......مولانا عبد الرحمٰن سندھی حفظہ اللہ

ہم نے پچھلی قسط میں وہ دلائل بیان کیے تھے جن میں مقتدی کو امام کے پیچھے خاموش رہنے کا حکم دیا گیا ہے اب آپ کے سامنے وہ دلائل تحریر کرنے لگے ہیں جن میں امام کی قرأت کو مقتدی کے لیے کافی قرار دیا گیا ہے۔

عن جابر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فقراءۃ الامام لہ قرأۃ۔ (سنن ابن ماجہ ص 61)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: امام کی قرات مقتدی کی قرأت ہے۔

یعنی مقتدی کو الگ سے قرأت کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

عن عبداللہ بن شداد بن الھاد اللیثی قال صلی اللہ علیہ وسلم الظھر او العصر فجعل رجل یقرأ خلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم ورجل ینھاہ فلما صلی قال یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کنت اقرأ وکان ھذا ینھانی۔ فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من کان لہ امام فان قراۃ الامام لہ قراۃ۔

(مصنف عبد الرزاق ج2 ص88)

حضرت عبد اللہ بن شداد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی تو ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے قرأت کر رہا تھا تو دوسرے شخص نے انہیں منع فرمایا۔ پھر جب نماز سے فارغ ہوئے تو عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں قرأت کر رہا تھا اور یہ مجھے قرأت سے روک رہے تھے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو امام کے پیچھے نماز پڑھ رہا ہو تو امام کی

قرأت اسی مقتدی کی قرأت ہے۔

محولہ بالا کتب کے علاوہ اسی مضمون کی دیگر روایات بھی کتب حدیث میں مختلف روایان سے مروی ہیں۔

عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ ------ شرح معانی الآثار ج 1 ص 159
عن ابن عمر رضی اللہ عنہما ----------- شرح معانی الآثار ج 2 ص 161
عن جابر رضی اللہ عنہ -------------- مسند احمد رقم الحدیث 14643
عن جابر رضی اللہ -------------- مسند عبد بن حمید ج 1 ص 320
عن عبداللہ بن شداد رضی اللہ عنہ ------ مصنف ابن ابی شیبۃ ج 1 ص 376
عن جابر رضی اللہ عنہ ----------- مصنف ابن ابی شیبۃ ج 1 ص 377
عن جابر رضی اللہ عنہ --------- اتحاف الخیرۃ المہرۃ رقم 1264 ج 2 ص 168

نبوت کا اپنا عمل:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آخری نماز مرض الوفات میں پڑھائی پہلے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نماز پڑھا رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی افاقہ ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو صحابہ حضرت ابن عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے سہارے مسجد میں پہنچے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پیچھے ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم مصلیٰ امامت پر تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت کو وہاں سے شروع فرمایا جس جگہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے چھوڑا تھا۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال لما مرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرضہ الذی مات فیہ ..... قال ابن عباس واخذ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم من القراۃ من حیث کان بلغ ابو بکر۔ (سنن ابن ماجہ ص88)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض الوفات کے تذکرے کو بیان کرتے ہوئے ایک مقام پر ذکر فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرأت کو اسی جگہ سے شروع کیا جہاں سے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ چھوڑا تھا۔

عن ابن عباس عن العباس بن عبدالمطلب ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی مرضہ مروا ابا بکر فلیصل بالناس فخرج ابو بکر فکبر و وجدالنبی صلی اللہ علیہ وسلم راحۃ فخرج یہادی بین رجلین فلما راہ ابو بکر تاخر فاشار الیہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم مکانک ثم جلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی جنب ابی بکر فاقترأ من المکان الذی بلغ ابو بکر من السورۃ۔

(مسند احمد ج2 ص388)

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیماری کی حالت میں فرمایا ابو بکر سے کہہ دو کہ وہ لوگوں کی امامت کرائیں۔ پھر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نماز کے لیے تشریف لے گئے اور نماز پڑھانے کے لیے تکبیر کہی۔ ادھر دوسری طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کچھ افاقہ ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو آدمیوں کے سہارے نماز کے لیے تشریف لائے۔ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو آپ کے تشریف لانے کا علم ہوا تو مصلے سے پیچھے سرکنے لگے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اشارہ سے اپنی جگہ پر قائم رہنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پہلو میں بیٹھ گئے اور اس جگہ سے قرأت شروع کی جس جگہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے چھوڑی تھی۔

ان روایات سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیاوی زندگی کی

آخری نماز میں امام کی پڑھائی ہوئی فاتحہ کو اپنے لیے کافی سمجھا۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نئے سرے سے قرأت نہیں فرمائی۔ جس سے واضح ہوتا ہے امام کی قرأت مقتدی کے لیے کافی ہوتی ہے اس لیے مقتدی کو امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہیے۔

آثار صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین:

عن عطاء بن یسار انہ سال زید بن ثابت عن القراۃ مع الامام ؟ فقال لا قراءۃ مع الامام فی شیئ۔

(صحیح مسلم ج1 ص215)

حضرت عطا بن یسار فرماتے ہیں کہ انہوں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے امام کے پیچھے قرأت کرنے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ امام کے پیچھے کسی نماز میں قرأت نہیں کرنی چاہیے۔

عن موسیٰ بن عقبۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم و ابو بکر و عمر و عثمان کانوا ینھون عن القرأۃ خلف الامام۔ (مصنف عبد الرزاق ج2 ص91)

حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت بو بکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرماتے تھے۔

عن عبداللہ بن ابی لیلیٰ اخی عبدالرحمان بن ابی لیلیٰ ان علیا کان ینھی عن القراۃ خلف الامام۔ (مصنف عبد الرزاق ج2 ص90)

حضرت عبد اللہ بن ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے قرأت کرنے سے منع فرماتے تھے۔

عن ابی وائل قال جاء رجل الی عبداللہ فقال یا ابا عبدالرحمان أقرأ خلف الامام؟ قال انصت للقرآن فان فی الصلاۃ شغلا و سیکفیک ذالک الامام

(مصنف عبد الرزاق ج2 ص90)

حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی خدمت میں آئے پھر عرض کیا اے ابو عبد الرحمان! میں امام کے پیچھے قرأت کروں؟ فرمایا: قرآن کے لیے خاموشی اختیار کرو کیونکہ آپ کا یہ کام نماز میں اضافہ ہے بس تجھے امام کی نماز ہی کافی ہے۔

عن نافع ان عبداللہ بن عمر کان اذا سئل ھل یقرأ احد خلف الامام قال اذا صلی احدکم خلف الاما م فحسبہ قرأۃ الامام واذا صلی وحدہ فلیقرأ۔ قال وکان عبداللہ بن عمر لا یقرأ خلف الامام۔

(موطا امام مالک ص68 موطا امام محمد ص95)

ترجمہ: امام مالک رحمہ اللہ حضرت نافع سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے جب امام کے پیچھے قرأت کرنے کے بارے میں پوچھا جاتا تو فرماتے کہ آپ میں سے کوئی امام کے پیچھے نماز پڑھے یعنی مقتدی ہو تو اس کے لیے امام کی قرأت کافی ہے اور اگر اکیلا نماز پڑھے تو پھر قرأت کرے۔ حضرت نافع فرماتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ امام کے پیچھے قرأت نہیں فرماتے تھے۔

عن عبیداللہ بن مقسم قال سالت جابر بن عبداللہ أتقرأ خلف الامام فی الظھر او العصر شیئا فقال لا۔ (مصنف عبد الرزاق ج2 ص92)

حضرت عبید اللہ بن مقسم فرماتے ہیں: میں نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ ظہر یا عصر کی نماز میں امام کے پیچھے قرأت کرتے ہیں؟ تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں۔ (جاری ہے)

ملفوظاتِ متکلم اسلام حفظہ اللہ

مولانا محمد علی ڈیروی حفظہ اللہ

متکلم اسلام مولانا محمد الیاس گھمن نے فرمایا:

آپ حضرات نے ہمیشہ سنا ہے کہ باقی حضرات نے کلمہ پڑھا ہے اور دلیل مانگی اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے بغیر دلیل مانگے کلمہ پڑھا ہے۔ یہاں دلیل سے مراد "معجزہ" ہے، یعنی بغیر معجزہ مانگے کلمہ پڑھا ہے، باقی معجزہ مانگتے تھے پھر کلمہ پڑھتے تھے۔ یہ اصول اپنی جگہ ٹھیک ہے اور ابو بکر کا دلیل مانگنا اپنی جگہ ٹھیک ہے۔ بسا اوقات ایسے ہوتا ہے کہ ایک اصول نہ سمجھنے کی وجہ سے بندے کو غلط فہمی پیدا ہوتی ہے، اصول اپنی جگہ بجا ہوتے ہیں اور نصوص و معاملات اپنی جگہ درست ہوتے ہیں۔ میں اس پر مثالیں دیتا ہوں۔

مثال نمبر 1:

مجھے ایک شخص کہنے لگا کہ "ہدایہ" کا مصنف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا گستاخ ہے۔ میں نے کہا: کیوں گستاخ ہے؟ کہنے لگا کہ یہ لکھتا ہے: عند ابی حنیفة رضی اللہ عنہ۔ یہ گستاخی ہے۔ میں نے پوچھا گستاخی کیسے ہے؟ تو وہ کہنے لگا کہ صحابی ہو تو رضی اللہ عنہ کہا جاتا ہے اور غیر صحابی ہو تو رحمۃ اللہ علیہ، جو لقب صحابی کا تھا اس نے غیر صحابی کو دے کر صحابہ کی توہین کی ہے۔ میں نے کہا کہ غیر صحابی کو رضی اللہ عنہ کہنا صاحب ہدایہ کا طریقہ نہیں ہے خود قرآن کریم کا طریقہ ہے، اس کا جواب قرآن میں ہے۔ میں نے کہا، پارہ 11 رکوع 2 میں ہے:

وَالسَّابِقُوْنَ الْأَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ

بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ. [التوبۃ:100]

ترجمہ: اور مہاجرین اور انصار میں سے جو لوگ پہلے ایمان لائے، اور جنہوں نے نیکی کے ساتھ ان کی پیروی کی، اللہ ان سب سے راضی ہو گیا ہے اور وہ اس سے راضی ہیں۔

تو اللہ نے انصار و مہاجرین صحابہ اور ان کے متبعین کو بھی ”رضی اللہ عنہم“ فرمایا ہے، لہذا اب تو یہ بھی کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ گستاخِ صحابہ ہے معاذ اللہ۔ اب چپ ہو گیا۔

پھر مجھے کہنے لگا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اصول غلط ہے۔ میں نے کہا: اصول بھی ٹھیک ہے، وہ کہنے لگا: پھر قرآن غلط ہے؟ میں نے کہا: قرآن بھی ٹھیک ہے۔ کہنے لگا: آخر مطلب کیا ہے؟ تو میں نے کہا: اسی مطلب اور سمجھنے کا نام ”فقہ“ ہے، جس سے خدا نے تمہیں محروم رکھا ہے۔ پھر میں نے کہا کہ علماء نے یہ ضابطہ کہ صحابی کو رضی اللہ عنہ اور غیر صحابی کو رحمۃ اللہ علیہ کہا جائے اس لیے بیان فرمایا کہ مثلاً ایک نام کے تین آدمی ہیں؛ میں مثال کے طور پر کہتا ہوں کہ ”محمد“ ایک نام ہے، اس نام کے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں، صحابی بھی ہیں اور بعد کے ولی بھی ہیں۔ محمد رسول اللہ نبی ہیں، محمد بن حنفیہ صحابی ہیں اور محمد بن حسن الشیبانی آپ کو ولی مل جائیں گے۔ اب اگر کوئی کہے کہ محمد نے فرمایا تو کیسے پتہ چلے کہ یہ کون سے محمد ہیں؟ تو ضابطہ سے معلوم ہوا کہ اگر ”صلی اللہ علیہ وسلم“ ہو گا تو سمجھو اللہ کے نبی ہیں، اگر ”رضی اللہ عنہ“ ہو گا تو صحابی ہیں اور اگر ”رحمۃ اللہ علیہ“ ہو گا تو سمجھو کہ اللہ کے ولی ہیں۔ یہ اصطلاحات اس لیے تاکہ بعد والے کو دھوکہ نہ ہو۔ اگر رضی اللہ عنہ ہو گا تو صحابی اور رحمۃ اللہ علیہ ہو تو بعد کے آدمی ہوں گے۔ اب ”امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ“ کہا جائے تو کسی کے ذہن میں شک نہیں پڑتا کہ نبی ہو گا یا صحابی ہو گا۔ لہذا اگر غیر صحابی

کی شہرت اتنی زیادہ ہو کہ اگر ”رضی اللہ عنہ“ کہہ بھی دیں تو شہرت زیادہ ہونے کی وجہ سے پتہ چل جائے گا کہ صحابی نہیں ہے۔ ایسے شخص کو رضی اللہ عنہ کہنا بالکل صحیح ہے۔ اب قرآن، ضابطہ، ہدایہ سب ٹھیک ہیں۔

مثال نمبر2:

ایک شخص کہنے لگا کہ آپ یوں کہتے ہیں کہ فقہ حنفی قرآن وحدیث کا مغز ہے، یہ تو قرآن و حدیث کی توہین ہے۔ میں نے کہا کیسے؟ کہنے لگا کہ بادام میں ایک چھلکا اور ایک مغز ہوتا ہے، اصل چیز مغز ہوتا ہے چھلکا نہیں، تو تم نے قرآن و حدیث کا مغز فقہ حنفی کو کہہ کر قرآن و حدیث کو چھلکا کہا اور فقہ کو مغز کہا، یہ تم نے قرآن و حدیث کی توہین کی ہے۔ میں نے کہا اس کا نام توہین ہے تو تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر فتویٰ لگاؤ معاذ اللہ۔ اس پر وہ مجھے کہنے لگا کہ وہ کیوں؟ میں نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”الدعاء مخ العبادۃ“

[جامع الترمذی: ابواب الدعوات، باب فضل الدعوۃ]

کہ دعا عبادت کا مغز ہے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رکوع، قیام، سجدہ کو چھلکا فرمادیا اور دعا کو مغز کہہ دیا، تو تیرے اصول کے مطابق اللہ کے نبی نے رکوع، سجدے کی توہین کی ہے۔ اب خاموش ہو گیا کیونکہ جواب نہیں، میں نے کہا تم ”الدعاء مخ العبادۃ“ کو ہی نہیں سمجھے۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ اس عبادت سے مقصود اللہ سے کچھ لینا ہے، بالکل اسی طرح فقہ قرآن وحدیث کا مغز ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن و حدیث سے مقصود شریعت پر عمل کرنا ہے اور اسی کا نام ”فقہ حنفی“ ہے۔

جاری ہے

مماتیوں کا تکفیری فتویٰ...... غور طلب پہلو

مولانا محمد ارشد سجاد حفظہ اللہ

مشہور مماتی عالم جناب شہاب الدین خالدی لکھتے ہیں:

جب یہ کہا جائے کہ فلاں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی تو دراصل یہ فلاں کے حق میں "کافر" ہونے کا فتوی ہے، سیدھا سادا کفر کا فتوی نہ لگایا اور چور دروازے سے نماز نہ ہونے کا فتوی جڑ دیا یہ کہنا کہ جمعیت اشاعت التوحید والسنۃ والوں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی دراصل جمعیت والوں پر کفر کا فتوی لگانا ہے۔ امام الانبیاء سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کا فتوی ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو کافر کہے وہ خود کافر ہو جاتا ہے نماز نہ ہونے کا فتوی دے کر جن مفتیوں نے ہم پر اس آڑ میں کفر کا فتویٰ لگایا ہے تو یہ فتویٰ انہیں پر لوٹ گیا ہم پر کفر کا فتویٰ لگانے والے خود اس فتویٰ کفر کے مصداق بن گئے۔

(عقیدۃ الامت ص442)

قارئین کرام! خالدی صاحب کی اس تحریر سے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو گئی ہے کہ جن مفتیان کرام نے منکرین حیات و عذاب قبر کے پیچھے نماز نہ ہونے کا فتویٰ دیا ہے وہ کافر ہیں۔ مفتیان کرام کے فتاویٰ جات نقل کرنے سے پہلے ہم اشاعت التوحید والسنۃ کے چند ایسے عقائد ذکر کرنا ضروری سمجھتے ہیں جن کی وجہ سے مقتدر مفتیان کرام نے ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کیا ہے۔

نوٹ: مندرجہ ذیل عقائد مماتیوں کی ویڈیوز اور معتبر کتب میں مختلف مقامات پر موجود ہیں۔ ہم ان کے وہ الفاظ اور ان کی عبارات سے مفہوم ہونے والے عقائد آپ کے سامنے پیش کرنے لگے ہیں۔

نمبر 1: تمام انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ نہیں ہیں اور نہ ہی حاضرین کا صلوٰۃ وسلام سنتے ہیں بلکہ قائلین حیات وسماع کافر اور مشرک ہیں۔

(شرک کیا ہے؟ از عطاء اللہ بندیالوی مماتی)

نمبر 2: قبر میں نہ تو منکر نکیر آتے ہیں اور نہ ہی کسی مردہ سے سوال وجواب ہوتا ہے اور قبر میں کسی بھی شخص کے جسم کو عذاب نہیں ہوتا۔

(ندائے حق از مولانا محمد حسین نیلوی مماتی)

نمبر 3: کسی بھی نبی یا ولی کے وسیلہ سے دعا کرنا شرک وبدعت ہے۔

(وسیلہ کیا ہے؟ از مولانا عطاء اللہ بندیالوی مماتی)

قارئین کرام! مماتیوں کے ایسے چند عقائد و نظریات جو اہل السنت والجماعت کے عقائد و نظریات کے بالکل برعکس ہیں چونکہ قرآن وسنت کی روشنی میں علماء اہل السنت والجماعت کے نزدیک بالکل غلط ہیں اس لیے ہمارے اکابر ومشائخ نے مذکورہ عقائد کے حاملین کو اہل السنت والجماعت سے خارج قرار دیا ہے اور ایسے عقائد کے حامل امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے منع کیا ہے۔

لیکن جناب خالدی صاحب کہتے ہیں: نماز نہ ہونے کا فتوی دے کر جن مفتیوں نے ہم پر اس آڑ میں کفر کا فتویٰ لگایا ہے تو یہ فتویٰ انہیں پر لوٹ گیا ہم پر کفر کا فتویٰ لگانے والے خود اس فتویٰ کفر کے مصداق بن گئے۔

اب ہم آپ کے سامنے اہل السنت والجماعت کے مستند اور محقق مفتیان کرام کے چند فتاویٰ جات ذکر کرتے ہیں جن میں صراحت کے ساتھ مذکورہ عقائد کے حاملین کو اہل السنت والجماعت سے خارج بھی قرار دیا ہے اور ایسے عقیدہ رکھنے والے امام کے پیچھے نماز پڑھنے سے بھی منع کیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے:

1: **دار العلوم دیو بند کا فتویٰ:**

”یہ عقیدہ صحیح نہیں ہے یہ عقیدہ بدعت سیئہ ہے سو ایسے عقیدہ رکھنے والے کے پیچھے نماز مکروہ ہے۔“

اسمائے گرامی مفتیان کرام

1: حضرت مولانا مفتی حبیب الرحمان ۔

2: مفتی زین الاسلام قاسمی۔

2: **جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کراچی کا فتویٰ :**

”ایسے شخص کے پیچھے نماز نہ پڑھی جائے ورنہ نماز مکروہ تحریمی ہوگی کیونکہ اس امام کا عقیدہ صحیح نہیں ہے۔“

اسماء گرامی مفتیان کرام:

1: مولانا مفتی عبد المجید دین پوری رحمہ اللہ۔

2: مفتی عبد السلام۔

3: مفتی انعام الحق۔

3: **جامعہ دار العلوم کراچی کا فتویٰ:**

”سوال میں ذکر کردہ عالم صاحب کے نظریات قرآن و سنت اور علماء اہل السنت والجماعت کی تعبیرات کے خلاف ہیں لہٰذا ان کو اپنے اختیار سے امام مقرر کرنا مکروہ تحریمی ہے کسی صحیح العقیدہ شخص کو امام بنانا چاہیئے۔“

اسماء گرامی مفتیان کرام:

حضرت مولانا مفتی محمود اشرف۔

مفتی عبد المنان ۔

مفتی عبد المقدس۔

4: جامعۃ الرشید کراچی کا فتویٰ:

”اگر کسی مسجد میں ایسا شخص امامت کے منصب پر فائز ہے تو انتظامیہ مسجد پر لازم ہے کہ اسے معزول کر کے کسی صحیح العقیدہ اور سلیم الطبع امام کا تقرر کرے عوام پر بھی لازم ہے کہ وہ اس سلسلے میں انتظامیہ کے ساتھ تعاون کریں جو شخص ایسے امام کو معزول کرنے پر قادر نہ ہو اسے اگر دوسری مسجد میں صحیح العقیدہ و صالح امام میسر ہو جہاں وہ نماز باجماعت ادا کر سکتا ہو تو ایسے فاسد العقیدہ اور فتین امام کے پیچھے نماز پڑھنا جائز نہ ہو گا دوسری مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنا لازم ہو گا۔“

اسماء گرامی مفتیان کرام:

حضرت مولانا مفتی محمد۔

مفتی ابولبابہ شاہ منصور۔

مفتی عابد شاہ۔

5: جامعہ اشرف المدارس کراچی کا فتویٰ:

امام صاحب اس مسئلے میں اہل السنت والجماعت کے اس متفقہ عقیدہ سے (جو قرآن و حدیث سے ثابت ہے) خارج ہیں اور اگر مذکور امام صاحب اپنے اس نظریہ سے رجوع نہ کریں اس کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔

اسماء گرامی مفتیان کرام:

مفتی عبد الحمید ربانی۔

مفتی اللہ نور ۔

6: **جامعہ دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا فتویٰ:**

"قال علیہ السلام الانبیاء احیاء فی قبورھم یصلون (الحدیث) لہذا جو شخص یہ عقیدہ نہیں رکھتا ہو یا اس میں کوئی شک و شبہ رکھتا ہو اس کی اقتداء میں نماز مکروہ تحریمی ہے۔"

مفتی مختار اللہ حقانی

7: **جامعہ اشرفیہ لاہور کا فتویٰ:**

"بنابرایں اس کو امام بنانا مکروہ تحریمی ہے جن لوگوں کو امام کے عزل و نصب [مقرر کرنے اور معزول کرنے] کا اختیار دیا ہے یا جن کو اچھا امام مل سکتا ہے ان کی نماز اس کے پیچھے مکروہ تحریمی ہوگی۔"

اسماء گرامی مفتیان کرام:

حضرت مولانا مفتی حمید اللہ جان۔

حضرت مولانا مفتی شیر محمد۔

8: **جامعہ خیر المدارس ملتان کا فتویٰ:**

"ایسے شخص کی امامت مکروہ ہے کسی صحیح عقیدہ والے شخص کو امام بنایا جائے۔"

اسماء گرامی مفتیان کرام:

مفتی اعظم مفتی عبد الستار رحمہ اللہ۔

مفتی عبد الحکیم۔

9: **جامعہ دار العلوم عید گاہ کبیر والا کا فتویٰ:**

"یہ شخص بدعتی و گمراہ ہے ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔"

حضرت مولانا مفتی حامد حسن۔

10: جامعہ عبد اللہ بن عمر لاہور کا فتویٰ :

”مندرجہ بالا عقیدہ (عقیدہ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القبر۔ از ناقل) اہل السنۃ والجماعۃ کا اجماعی و اتفاقی عقیدہ ہے اس کا منکر اہل السنت والجماعت (دیوبند) سے خارج اور گمراہ ہے ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے۔“

حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب مدظلہ

قارئین کرام! جناب خالدی صاحب اور ان کی جماعت اشاعت التوحید والسنۃ انبیاء کرام علیہم السلام کی حیات فی القبور اور ثواب و عذاب قبر کی صحیح صورت کی منکر ہے اور منکرین کے متعلق آپ جماعت حقہ علماء دیوبند کے چند عظیم مدارس عربیہ کے ماہر اور نامور مفتیان کرام کے فتاویٰ جات ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ ایسے حامل عقیدہ امام کے پیچھے نماز نہیں ہوتی لیکن جناب خالدی صاحب لکھتے ہیں: جو شخص یہ کہے کہ اشاعت التوحید والسنۃ والوں کے پیچھے نماز نہیں ہوتی وہ کافر ہے۔

خالدی صاحب نے کسی قدر بے باکانہ جرأت کے ساتھ علماء اہل السنت والجماعت دیوبند کے ماہر اور نامور مفتیان کرام پر کفر کا فتویٰ لگا دیا اور حیران کن بات یہ ہے کہ اشاعت التوحید والسنۃ اپنی نسبت اس جماعت حقہ اہل السنت والجماعت دیوبند کی طرف کرتی چلی آرہی ہے۔ جمعیت اشاعت التوحید کے سرکردہ علماء اور ذمہ داران کو چاہیے کہ اپنے ان چھوٹے اور جھوٹے مفتیوں کی دیکھ بھال کرتے رہا کریں۔ ورنہ اس طرح کے فتویٰ جات آئے دن شائع ہوتے رہیں گے اور ان کے تکفیری قلم سے ہر روز علماء اہل السنت والجماعت احناف دیوبند کے مفتیان کرام اور عوام الناس کافر بنتے رہیں گے۔ العیاذ باللہ۔

اللہ رب العزت ہدایت عطا فرمائے (آمین)

شکایت کیسے درج کرائی جائے!!

تمام خریدار اور ایجنسی ہولڈرز کو اطلاع دی جاتی ہے کہ سہ ماہی ہر تین ماہ بعد 2 تاریخ تک آپ کی طرف روانہ کر دیا جاتا ہے۔ کبھی آپ تاخیر ہو جائے یا بالکل ہی نہ مل پائے تو آپ ہمیں اپنی شکایت درج کرائیں ان شاء اللہ آپ کی شکایت کا ازالہ کیا جائے گا۔ (ادارہ)

طریقہ: نام۔۔۔رسید نمبر۔۔۔خریداری نمبر۔۔۔۔۔ایجنسی نمبر۔۔ایڈریس۔۔۔۔۔
تعداد رسالہ۔۔۔۔بابت ماہ۔۔۔۔کا رسالہ نہیں ملا۔

وضاحت:

[رسید نمبر] جب آپ نے رسالہ بک کرایا تھا اور رقم ادا کی تھی تو آپ کو دفتر کی جانب سے ایک رسید دی جاتی ہے۔ جس پر آپ کا نام اور علاقہ وغیرہ لکھا ہوا ہوتا ہے۔

[خریداری نمبر] سے مراد یہ ہے کہ جب آپ کو رسالہ بھیجتا جاتا ہے تو آپ کے نام اور ایڈریس کے ساتھ خریداری نمبر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

[ایجنسی نمبر] سے مراد یہ ہے کہ جب آپ کو زیادہ تعداد میں رسالہ بھیجا جاتا ہے تو آپ کے نام اور ایڈریس کے ساتھ ایجنسی نمبر لکھا ہوا ہوتا ہے۔

مثلا: محمد نوید، رسید نمبر 345، خریداری 506، مکان نمبر 45، راجپوت اسٹریٹ، ڈاکخانہ لاڑکانہ، لاڑکانہ، عدد 1، اپریل 2014۔

خط لکھنے کے لیے: دفتر رسائل وجرائد مرکز اہل السنت والجماعت 87 جنوبی سرگودھا

ای میل ایڈریس: mag@ahnafmedia.com

میسج کرنے کے لیے: 03326311808

رقم بھیجنے کا طریقہ کار!!

تمام خریدار اور ایجنسی ہولڈرز کو ادارے کی جانب سے گزارش کی جاتی ہے کہ آپ کو ہر ماہ تسلسل کے ساتھ مطلوبہ رسائل بھیجے جارہے ہیں۔ آپ کی سہولت کو مد نظر رکھتے ہوئے ادارہ نے آپ کی طرف سے ادا شدہ رقم کو یقینی بنانے کے لیے ہدایات جاری کی ہیں۔ (ادارہ)

بذریعہ منی آرڈر:

دفتر رسائل و جرائد [قافلہ حق] مرکز اہل السنت والجماعت 87 جنوبی سرگودھا۔

نوٹ: منی آرڈر سلپ پر اپنا نام مکمل پتہ اور فون نمبر لکھنے کے ساتھ ساتھ مطلوبہ رسالے کا نام ضرور لکھیں اور اگر نیا رسالہ جاری کرانا ہے تو ساتھ بریکٹ میں (نیا) لکھیں اور اگر سابقہ بل ادا کرنا ہے تو بریکٹ میں (تجدید) اور اپنا خریداری نمبر لکھیں۔

بذریعہ بینک ڈرافٹ:

میزان بینک سرگودھا بنام محمد الیاس 14010360000090

نوٹ: اپنا مکمل نام و پتہ، بینک ڈرافٹ نمبر لازمی ہمیں ارسال کریں اور بذریعہ فون یا S.M.S یا ای میل ✉ ہمیں اس کی اطلاع دیں۔

ای میل ایڈریس:

mag@ahnafmedia.com

میسج کرنے کے لیے:

03326311808

[قافلہ حق کے مستقل ممبر بنئے دوستوں کے نام قافلہ حق سبسکرپشن کیجیے]

ممبرشپ کا طریقہ

نام:............................ ولدیت:..

رابطہ نمبر:.......................... ای میل:..

بینک ڈرافٹ یا منی آرڈر نمبر (لازمی):..

بینک کا نام:.................... رقم جمع کرانے کی تاریخ:.................................

مکمل ایڈریس : ....

مکان / فلیٹ / دکان / دفتر نمبر، ڈاکخانہ، تحصیل، ضلع اور صوبہ واضح لکھیں:

نوٹ: فارم کسی بھی سادہ کاغذ پر فِل اَپ کر کے سرکولیشن مینیجر ماہنامہ فقیہ کے نام درج ذیل پتے پر ارسال کریں۔ یا بینک ڈرافٹ نمبر اور مکمل پتہ فون پر لکھوا دیں۔

پتہ: دفتر رسائل وجرائد (سہ ماہی قافلہ حق) مرکز اہل السنۃ والجماعۃ 87 جنوبی سرگودھا

نوٹ: رقم کی ادائیگی بذریعہ منی آرڈر درج بالا پتہ پر کریں۔

بذریعہ بینک ڈرافٹ: میزان بینک سرگودھا بنام محمد الیاس 140103600000900

نوٹ: اپنا مکمل نام و پتہ، بینک ڈرافٹ نمبر لازمی ہمیں ارسال کریں اور بذریعہ فون یا S.M.S یا ای میل ✉ ہمیں اس کی اطلاع دیں۔

مضامین بھیجنے اور شکایات کے لیے: mag@ahnafmedia.com

فون ☎: 03326311808

سہ ماہی قافلہ حق ملنے کے پتے

ایجنسی ہولڈرز	علاقہ	فون نمبرز
دارالایمان	لاہور	03214602218
دارالایمان	کراچی	03342028787
دارالایمان	رائے ونڈ	03026410277
تحسین اللہ	پشاور	03339217613
قاضی نوید حنیف	آزاد کشمیر	03132317090
سلیم معاویہ	کبیر والا	03006848042
حبیب الرحمن نقشبندی	ننکانہ صاحب	03084552004
مولانا محمد عثمان	میانوالی	0333-6836228
مولانا عمر خطاب	اٹک	03077375075
رحمت اللہ	کوہاٹ	03449251287
مولانا خالد زبیر	لاہور فیصل آباد	03153759031
مولانا خالد زبیر	چکوال	03335912502
ضیاءالرحمٰن	واں بھچراں	03363725900
مولانا محمد دلاور	اوکاڑہ	03136969193
مولانا عبداللہ قمر	قصور	03008091899
مولانا عبداللہ شہزاد	حافظ آباد	03212374824

نوٹ: ایجنسی بک کروانے کے لیے رابطہ کریں: 03326311808